تذکرہ

مولانا محمد ہارون

کاندھلویؒ

داعی الی اللہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے صاحبزادہ
مولوی محمد ہارون کاندھلویؒ کی ۳۵/سالہ زندگی کے حالات
وواقعات، صفات وکمالات تاثرات ومشاہدات کی روشنی میں

مرتبہ

مولانا محمد ثانی حسنیؒ

مکتبۂ ابو الحسن علی

4182، اردو بازار جامع مسجد، دہلی ۶

نام کتاب : .... تذکرہ مولوی محمد ہارون کاندھلویؒ

مرتبہ : .... مولانا محمد ثانی حسنیؒ

بار سوم : ۲۰۰۴ء

مطبع : .... ایم-آر-پرنٹرز، نئی دہلی

کمپوزنگ : .... حامد خوشنویس۔ لکھنؤ

قیمت : 100/-

زیر اہتمام : .... سید حسن عسکری طارق

ناشر

مکتبۂ ابوالحسن علی

4182، اردو بازار جامع مسجد، دہلی ٦

فہرست عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

تذکرہ مولانا محمد ہارون کاندھلویؒ کا پہلا ایڈیشن ختم ہوگیا تھا اور شائقین علم کی طلب کے باوجود بھی ایک عرصہ سے اس کی اشاعت نہ ہوسکی تھی اب الحمداللہ الحاج حسن عسکری طارق صاحب نے اس اہم کتاب کی اشاعت کی طرف توجہ کی (جو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی) اور اس کو اپنے مکتبہ ابوالحسن علی دہلی کی طرف سے شائع کیا اللہ تعالیٰ اس کے فائدہ کو عام فرمائے مصنف علیہ الرحمہ کے لیے صدقہ جاریہ فرمائے۔ آمین

اس کتاب کا پہلا ایڈیشن لیتھو پر چھپا تھا اب نئی کتاب فوٹو آفسیٹ پر چھاپی گئی ہے جس سے کتاب کا ظاہری حسن بھی بڑھ گیا ہے جو اس اہم کتاب کا حق تھا اللہ تعالیٰ ناشر کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

محمد حمزہ حسنی

۴۱- گوئن روڈ لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

از: ——— حضرت مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندویؒ

الحمد لله والصلوة والسلام علىٰ رسول الله!

پیش نظر کتاب مولوی محمد ہارون صاحب کاندھلوی کی سوانح عمری ہے۔ مرحوم ہندوستان کے مشہور داعی الی اللہ مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور عہد حاضر کی سب سے بڑی دینی دعوت اور اصلاحی جدوجہد کے امام و داعی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے تھے۔ لیکن اس سوانح نگاری اور تاریخ نویسی کا محرک اور وجہ جواز صرف یہی نہیں ہے کہ وہ ایک نامور شخصیت کے بیٹے، اور ایک دوسری مقبول اور شہرہ آفاق شخصیت کے پوتے تھے کہ یہ پدری اور جدی نسبت گرامی بہت سے اشخاص کو حاصل ہوتی ہے اور وہ ساری عمر "پدرم سلطان بود" کا وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کی سوانح نگاری کے لیے کسی مورخ کا قلم حرکت میں نہیں آتا، اور کسی بڑے سے بڑے غالیٔ حلقہ عقیدت سے بھی ان کی سیرت و سوانح کی ترتیب کا مطالبہ نہیں ہوتا اور اگر کبھی عقیدت کے

جوش اور غلو میں کسی مصنف کا قلم متحرک بھی ہو جاتا ہے تو وہ سیرت وسوانح کا مواد نہ پا کر اور ان حالات و واقعات کی کمی دیکھ کر جن سے سوانح کو آراستہ اور پیراستہ، اور ذوق مطالعہ واستفادہ کو سیر وآسودہ کیا جاتا ہے، عزم سفر ملتوی کر دیتا ہے، محض بڑے باپ کا بیٹا ہونا، ترتیب سوانح کا استحقاق پیدا کرنے اور حقیقی اعتراف و احترام کے لیے، نہ پہلے کبھی کافی ہوا ہے، نہ اب کافی ہے۔ نظامی گنجویؒ نے اپنے فرزند رشید کو خطاب کر کے صحیح فرمایا:

جائے کہ بزرگ بایدت بود
فرزندیٔ من ندارت سود

اور مولانا جامیؒ نے تو اس سے بھی آگے بڑھ کر اعلان کر دیا ہے، کہ:

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں بن فلاں چیزے نیست

لیکن مولوی محمد ہارون صاحب مرحوم بڑے باپ کے بڑے بیٹے تھے، انھوں نے زندگی کی صرف پینتیس بہاریں دیکھیں، اور یہ بھی اس معنی میں نہیں ہے جس معنی میں بڑے خاندانوں کے چشم و چراغ اور ان نوجوانوں کے متعلق کہا جاتا ہے جنھوں نے مخدومیت ومقبولیت اور خاندانی عروج و اقبال کے ماحول میں آنکھیں کھولیں، اور ہوش سنبھالا، اور ان کو پھول کی طرح رکھا گیا۔ اس کے برعکس مرحوم کی مختصر زندگی کا بڑا حصہ محنت و جفاکشی، مجاہدات وریاضات، اور بیماریوں اور تکلیفوں میں گزرا، ان کے اندر سے مخدومیت وصاحبزادگی کا احساس نکالنے کے لیے (جو ایسے نوجوانوں کے لیے سب سے بڑی آزمائش اور ان نامور خاندانوں کے بچوں کی سب سے بڑی ''بیماری'' ہے جن کو ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا ہے، اور جنھوں نے شروع سے دست بوسی اور نگاہ روبرو کے ماحول میں پرورش پائی ہوتی ہے) ان

کے مربیوں نے وہ طور طریقے اختیار کیے جنھوں نے بہار زندگی سے متمتع ہونے کا موقع ہی نہیں دیا، اور مشہور عرب شاعر اور رئیس زادہ ابوفراس ہمدانی کا یہ شعر بالکل ان کے حسب حال ہے۔

زین الشباب أبو
فراس لم یمتع بالشباب (۱)

اس کے باوجود ان کے اندر ابتدا سے ترقی وکمال کے آثار نمایاں تھے، محنت، ایثار کا مادہ، خدمت کا جذبہ، بلند ہمتی، عزیمت سے کام لینا تو اضع اور خاکساری، ان کے نمایاں اوصاف تھے، ان میں تیزی کے ساتھ اپنے کمال، سراپا یقین اور مجسم دعوت، باپ کی شباہت پیدا ہورہی تھی۔ دعا اور تقریر کا انداز وہی ہوتا جارہا تھا جو مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا تھا نمازوں کا انداز لہجہ اور آواز، یہاں تک کہ چال ڈھال اور صورت بھی (اس فرق کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے ہر دو انسانوں کے درمیان رکھا ہے) مولانا سے ملتی چلی جارہی تھی، اور ان لوگوں کو جن کو مولانا محمد یوسفؒ صاحب سے قلبی محبت تھی اور ان کی وفات کا زخم ان کے دلوں میں ابھی مند مل نہیں ہوا تھا. ان کو دیکھ کر بے اختیار مولانا یاد آجاتے تھے، سارے آثار وقرائن اس بات پر دلالت کرتے تھے کہ عمر کی ترقی کے ساتھ ان کے ان کمالات میں بھی ترقی ہوتی جائے گی، اور وہ ''یوسف ثانی'' بن جائیں گے۔

لیکن قضا وقدر کا فیصلہ دوسرا تھا، اور اللہ تعالیٰ کی حکمتیں اللہ ہی جانتا ہے ان کو گوں نا گوں بیماریوں نے آگھیرا، اور بیماریاں بھی وہ جنھوں نے برسوں ان کو موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا رکھا بالآخر عین جوانی میں یہ چراغ اپنی پوری تابانی تک پہنچنے سے پہلے گل ہوگیا، اگر چہ ان کے بہت سے ان کمالات کا اظہار ہوگیا تھا

---

(۱) نوجوانی کی زینت ابوفراس، اپنی جوانی سے خود متمتع نہ ہوسکا۔

جواس چھوٹی سی عمراوراس طویل دور علالت اور صبر آزما بیماریوں کی حالت میں ظاہر ہوسکتے تھے پھر بھی وہ اپنے اس نقطۂ کمال تک نہ پہونچ سکے جس کی ان کی فطری صلاحیتوں، موروثی استعداد اور کام کے وسیع میدان کی بناء پر امید تھی، اس لیے غالب کا وہ مشہور مصرعہ جو ہزاروں مرتبہ برموقع اور بے موقع استعمال کیا گیا ہے. پڑھنا صحیح ہوگا، کہ: ع

حسرت تو ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

ایک ایسے جواں مرگ، صاحب اوصاف داعی کی سوانح لکھنا جس نے اپنے پیچھے نہ کوئی تصنیف چھوڑی، نہ علمی کارنامہ اور نہ تلامذہ اور مریدین کی کوئی جماعت، لیکن جس نے اپنے بزرگوں اور پیش رووں کے راستے پر ہمت کے ساتھ چلنے، اور چھوٹا بن کر بڑوں کا سا کام کرنے، نفس اور دوست نما دشمنوں، نیز غالی عقیدت مندوں کے مکروکید سے محفوظ رہنے کی مثال قائم کی اور اس کے حالات وواقعات کو آئندہ کے لیے محفوظ کر دینا کچھ بے جا بات نہ تھی۔ بلکہ بعض حیثیتوں سے بہت سے ان مشاہیر کی سوانح حیات سے زیادہ ضروری ہے، جو اپنے پیچھے بڑی بڑی یادگاریں چھوڑتے ہیں اور فضا ان کے کارناموں سے پر شور ہوتی ہے کہ روشن چراغوں اور درخشاں ستاروں کے تعارف سے اس چراغ سے پردہ اٹھانا زیادہ انصاف اور جرأت کی بات ہے، جو تھوڑی دیر بھڑک کر اور آس پاس روشنی کر کے گل ہوگیا۔

شاید اسی وجہ سے کہ اس مرحوم کے کمالات کا اظہار اور اس کی فطری استعدادوں کا پودا نشو نما نہیں ہونے پایا تھا۔ اور بہت کم لوگوں نے ان کو جانا اور پہچانا، مرحوم کے حقیقی نانا اور شیخ و مربی اور سرپرست شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدّ اللہ فی حیاتہ، نے مجھے ایما فرمایا کہ خواہرزادہ عزیز مولوی محمد ثانی سلمہٗ

اس سوانح کی ترتیب کا کام انجام دیں کہ بہت سی خصوصیتوں کی بنا پر عزیز موصوف اس کام کے ہر طرح سے اہل تھے کہ ان کے قلم سے مرحوم کے نامور والد مولانا محمد یوسف صاحب کی ضخیم سوانح نکل چکی تھی. جو تقریباً ۸۰۰ صفحات پر مشتمل ہے اور جس کی وجہ سے وہ پہلے سے بہت سے حالات و واقعات، خاندانی عظمت، دعوت کے سلسلہ اور اس ماحول سے واقف تھے. جس میں مرحوم کا نشو و نما ہوا۔ نیز انھوں نے ان کو قریب سے دیکھا تھا۔ ان کا بار بار نظام الدین، میوات اور سہارن پور جانا ہوتا رہتا ہے۔ نیز مولوی محمد ہارون صاحب موحوم بھی مصنف سے خصوصی تعلق و محبت رکھتے تھے اور مانوس تھے۔ حضرت شیخ نے اپنے قیام مدینہ کے دوران بار بار اس کا تقاضا کیا خود بہت سے ضروری معلومات، اشارات لکھ کر بھیجے، خدام اور اہل تعلق کو ہدایت فرمائی کہ اپنے اپنے مشاہدات و معلومات مصنف کو لکھ کر بھیجیں، اللہ تعالیٰ نے شیخ کے ذریعہ دینی و روحانی شخصیتوں کی سوانح عمریوں کا جو مبارک سلسلہ مکمل فرمایا[1] اس کی ایک عزیز اور قیمتی کڑی یہ بھی ہے۔ یہ محض ایک غمزدہ اور شکستہ دل کی تسکین کا سامان بھی نہیں ہے۔ جس نے ایک ہونہار اور باکمال نواسہ اور لخت جگر کا داغ اٹھایا! بلکہ اہل تعلق اور اہل نظر سب کے لیے عبرت و بصیرت کا سامان، اور پند و موعظت کا ذخیرہ بھی ہے خاص طور پر ان طلبا اور نوجوانوں کے لیے جو ابھی اپنی عمر کے آغاز اور اپنی دینی و روحانی تکمیل کی منزل میں ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ عزیز موصوف نے تھوڑی مدت میں اور ایسی حالت میں کہ ان حالات و واقعات کا جمع کرنا چیونٹیوں کے منہ سے شکر کے دانے مہیا کرنے کے مترادف اور اس بکھرے ہوئے تار و پود سے مکمل سوانح کا ڈھانچہ کھڑا کرنا خاصا

---

(۱) مثلاً حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ اور ان کی دینی دعوت، سوانح حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ۔ از راقم السطور اور سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور حیات خلیل از مولوی محمد ثانی حسنی۔

مشکل کام تھا۔ یہ کتاب مکمل کر لی حضرت شیخ نے اس کو من اولہ الی آخرہ سنا اور پسند فرمایا میں نے بھی بالاستیعاب اس کا مطالعہ کیا اور جہاں ضرورت سمجھی مشورے بھی دیئے۔ اب یہ کتاب مکمل ہوکر ناظرین کے ہاتھوں میں ہے۔ امید ہے کہ وہ صاحب سوانح کے لیے بلندی درجات اور مصنف سوانح کے لیے توفیق وقبولیت کی دعا کریں گے۔

۵ر شعبان ۱۳۹۴ھ　　　　ابوالحسن علی ندوی

(۲۴ر اگست ۱۹۷۴ء)　　　　دائرۂ شاہ علم اللہ (رائے بریلی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

زیرِ نظر کتاب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کے صاحبزادہ مولوی محمد ہارون مرحوم کی ۳۵ سالہ زندگی کے حالات و واقعات اور خصوصیات پر مشتمل ہے۔

مولوی صاحب موصوف کا انتقال عین جوانی میں ۲۹ رشعبان ۱۳۹۳ھ کو مختصر سی علالت میں ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے موصوف کو باوجود کم عمری گوناگوں اوصاف وکمالات کا حامل بنایا تھا وہ ایک جواں سال، بلند حوصلہ، باہمت فراخ دل اور محبوب شخصیت کے مالک تھے۔ یہ صفات وکمالات ان کو اپنے والد ماجد مولانا محمد یوسفؒ اور جدّ بزرگوار حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ نیز اپنے خاندانی اکابر سے وراثتاً ملے تھے۔ انھیں اوصاف وکمالات کی بنا پر ہم سب کو ان سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ ان خداداد صلاحیتوں کو انھوں نے اپنی کم عمری میں کئی مواقع پر استعمال کیا اور عالی حوصلگی ہمت و جرأت اور وسعت قلبی کا مظاہرہ کیا، ان صفات کے ساتھ ساتھ خدا نے ان کو وجاہت، صحت وقوت اور حسن صورت بھی عطا کیا تھا۔ اور کسی کو اس کا خیال بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی جلد اس جہاں سے رخصت ہو جائیں گے اور اتنی کم

عمری میں داغ مفارقت دے جائیں گے۔ ؎

فانی فسون موت کی تاثیر دیکھنا
ٹھہرا وہ دل کہ جس کے سکوں کا گماں نہ تھا

مولوی محمد ہارون مرحوم کے انتقال سے تقریباً ۸ سال پہلے ۱۳۸۵ھ میں ان کے والد ماجد مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا وصال بھی اچانک لاہور میں ہو گیا تھا جس کا زخم ابھی مندمل نہ ہوا تھا کہ مولوی محمد ہارون بھی ہم سے رخصت ہو گئے، اس جواں موت نے اہل تعلق کو اتنا زیادہ متاثر کیا جس کی تصویر پیش کرنا مشکل سے مشکل ہے۔ ان دونوں حادثوں کا اثر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث کے قلب مبارک پر (اللہ تعالیٰ ان کے مبارک سایہ کو تادیر قائم رکھے) اتنا گہرا اور زیادہ پڑا جس کا اندازہ کوئی نہیں لگا سکتا۔ تھوڑا بہت اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس نے سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ پڑھی ہوگی یا جو زیر نظر کتاب کا مطالعہ کرے گا یا جس نے ان بزرگوں کو قریب سے دیکھا ہے۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال کے بعد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے ایما اور توجہ و ہدایت پر راقم السطور نے سوانح مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ لکھی جس کے کئی ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ اب حضرت شیخ مدظلہ العالی ہی کی ہدایت پر راقم السطور مولوی محمد ہارون کا یہ تذکرہ آپ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے۔ خدا کرے یہ مختصر سا تذکرہ قارئین کے لئے عبرت و موعظت کا سامان بنے اور مولوی محمد ہارون کے جستہ جستہ واقعات ان کے ہم عمروں کے لیے مشعل راہ کا کام دیں۔

مولوی محمد ہارون نے چونکہ صرف ۳۵ سال کی عمر پائی اور یہ عمر کوئی عمر نہیں ہوتی اس لیے بظاہر ان کے حالات اور واقعات زندگی پر بھی خاص توجہ نہیں کی گئی۔ ان کے معلوم کرنے میں راقم السطور کو بڑی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ آخر میں حضرت شیخ

ہی کے ایما پر ایک سوالنامہ مرتب کر کے راقم السطور نے ان تمام حضرات کی خدمت میں ارسال کیا جو مولوی صاحب موصوف کے قریب اور ان کے شب و روز کے معمولات سے واقف رہے ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے کئی حضرات نے اس طرف فوری توجہ کی اور اپنے مشاہدات و تاثرات لکھ کر ارسال فرمائے۔ راقم السطور ان تمام حضرات کا شکر گزار ہے جنھوں نے اپنے تاثرات اور مشاہدات سے اس تذکرہ کی ترتیب میں تعاون فرمایا۔

حضرت شیخ کا معاملہ تو شکر و اطمینان سے کہیں بالاتر ہے کہ آپ ہی کی توجہات و ہدایات اور دعاؤں نیز جا بجا نگارش قلم کا نتیجہ ہے کہ راقم السطور اس تذکرہ کی ترتیب و تکمیل کے منازل طے کر سکا ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ حضرت والا نے اس تذکرہ کو اول سے آخر تک سنا اور اس کی تصدیق فرمائی۔ یہ پوری کتاب مشاہدات و تاثرات پر مرتب کی گئی ہے۔ اس میں کہیں حسن عقیدت یا مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا ہے۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری ہے کہ اس تذکرہ کی ترتیب سے لے کر تکمیل تک پوری مدت میں راقم السطور پر مختلف کیفیات طاری رہیں۔

۱۔ بار بار دل میں رقت پیدا ہوتی رہی اور جب ان تاثرات و مشاہدات کو پڑھا اور زیب قرطاس کیا، آنکھیں اشکبار ہوئیں اور دل سوگوار۔

۲۔ بے چینی و بے کلی حد سے بڑھ گئی جس کا اثر بعض دفعہ اعصاب اور دل و دماغ پر بھی پڑا۔

۳۔ مولوی صاحب سے تعلق بڑھنا تو اس کا لازمی نتیجہ تھا، ان کے خاندان کے افراد، اکابر ہوں یا اصاغر سب سے محبت پیدا ہوگئی۔ اور اس میں اضافہ ہی ہوتا رہا خصوصاً حضرت شیخ زید لطفہ سے تعلق کی کمیت و کیفیت کا اظہار ناممکن ہے۔

۴۔ اس پوری مدت میں موت کا ایسا استحضار رہا کہ بلا مبالغہ مراقبہ موت سے بھی وہ استحضار نہیں ہو سکتا۔

راقم السطور نے اسی بنا پر اس تذکرہ کی ترتیب کا کام دائرہ حضرت شاہ علم اللہ رائے بریلی کی مسجد کے اس گوشہ میں بیٹھ کر شروع کیا جہاں امام ہمام حضرت سید احمد شہیدؒ بار بار اپنے مجاہدین کے قافلہ کے ساتھ بیٹھے اور دعوت الی اللہ، جہاد فی سبیل اللہ کے مبارک کام کا آغاز فرمایا تھا اور ماضی قریب میں اس دور کے اکابر و مشائخ وہاں تشریف لے گئے اور اس کے برکات کا مشاہدہ کیا۔ ان اکابر میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا شاہ محمد یعقوب بھوپالیؒ، حضرت مولانا شاہ محمد الیاس کاندھلویؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ اور سیدنا و مرشدنا حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث خصوصی حیثیت رکھتے ہیں اور آخر میں مولانا انعام الحسن صاحب مع تبلیغی جماعتوں کے اور صاحب تذکرہ مولوی محمد ہارون بھی کئی بار تشریف لے گئے۔

اللہ تعالیٰ اس تذکرہ کو قبول فرمائے اور قارئین کو اس سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہنچائے کہ اس کی ترتیب و تکمیل میں صرف جذبہ اخلاص و محبت اور عزت و عظمت کا مقصد کارفرما ہے۔

قارئین کو اس کتاب میں جو خوبیاں نظر آئیں۔ اس کو اکابر کی توجہات اور دعاؤں کا طفیل سمجھیں اور جو غلطیاں نظر پڑیں ان کو راقم السطور کی لفظی اور تعبیری خامیوں کا نتیجہ جانیں اور اس لغزش قلم کو معاف فرمائیں۔ صاحب تذکرہ مولوی محمد ہارون کے حق میں دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے خاص بندوں میں شمار فرمائے اور ان کے ساتھ رحمت و مغفرت اور عفو درگذر کا معاملہ فرمائے۔

آسماں اس کی لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

محمد ثانی حسنی

دائرہ حضرت شاہ علم اللہ حسنیؒ۔ رائے بریلی

تذکرہ

مولوی محمد ہارون کاندھلویؒ

خاندان

مولوی محمد ہارون حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ (م ۱۳۸۴ھ) کے صاحبزادہ اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (م ۱۳۶۳ھ) کے پوتے تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے والد ماجد حضرت مولانا اسمٰعیل کاندھلویؒ (م ۱۳۱۵ھ) وہ پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے بستی حضرت نظام الدین میں قیام فرمایا اور درس وتدریس، تبلیغ ودعوت کے مبارک کام کا آغاز کیا اور اول اول انھیں سے میوات کے لوگوں کا تعلق پیدا ہوا اور میواتی بچے ان کی خدمت میں رہ کر دین کی تعلیم حاصل کر کے پھر ان کے اور ان کے بڑے صاحبزادہ مولانا محمد کاندھلویؒ کے ذریعہ میوات میں دعوت واصلاح کا وسیع پیمانے پر کام شروع ہوا۔ اور آخر میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے اپنی کوششوں اور مسلسل دوروں سے پورے میوات کو علم وعمل اور ایمان ویقین سے معمور کیا۔ اور دعوت واصلاح کو ایسا عام کیا کہ ان کے تربیت یافتہ میواتی حضرات میوات سے نکل کر ہندوستان کے بقیہ علاقوں اور ہندوستان سے نکل کر دنیا کے مختلف خطوں اور ملکوں میں پھر پھر کے دعوت واصلاح کا کام کرنے لگے۔ (۱)

---

(۱) اس کی پوری تفصیل آپ مولانا محمد الیاس کاندھلوی اور ان کی دینی دعوت مصنف حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اور سوانح حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ مصنف راقم السطور میں ملاحظہ کیجئے۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی کے تین صاحبزادوں میں منجھلے صاحبزادہ مولانا محمد یحییٰ جن کے علم وفضل، قوت حافظہ اور ذہن رسا پر ہمعصر علماء اور مشائخ متفق تھے۔ ان کا انتقال ۱۳۳۴ھ کو سہارن پور میں ہوا۔ انھیں کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث ہیں جن کے علمی اور دینی کمالات اور ان کی مرجعیت پورے خاندان کے ہی نام کو صرف روشن ہی نہیں کر رہی ہے بلکہ ان کے علم وفضل کے چشمۂ صافی سے اب تک ہزاروں تشنگان علم کو سیرابی ہوئی اور فیض صحبت اور نظر کیمیا اثر سے لاکھوں طالبان عرفان کو یقین ومعرفت کا نور حاصل ہو۔ اور آج بھی ان کی شمع علم وعرفان روشن ہے اور اس کی روشنی روز افزوں ہے۔ حضرت شیخ کی مرجعیت خاندان سے بڑھ کر ہندوستان تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ عالم اسلامی ان کے علمی کارناموں اور فیض صحبت سے مستفید ہو رہا ہے۔ اطال اللہ عمرہ ومتعنا اللہ والمسلمین بطول حیاتہ۔

حضرت شیخ کے ایک صاحبزادہ ہیں جن کا نام مولوی محمد طلحہ ہے۔ (۱)

خاندان کے اور بزرگ

مولوی محمد ہارونؒ کے ان بزرگوں کے علاوہ تقریباً تین سو برس سے کاندھلہ کے اس خاندان میں بے شمار علماء ومشائخ مفتی وفقیہ اور قادر الکلام شعراء پیدا ہوئے ہیں اور ان بزرگوں میں مولانا شیخ الاسلام، مفتی الٰہی بخش، مولانا مظفر حسین، مولانا ابوالحسن اور ان کے صاحبزادہ مولانا نور الحسن جیسے اور ان کے اخلاف میں اس وقت تک متعدد اہل علم وفضل اور اصحاب کمال پیدا ہوئے۔ اور ان کا سلسلہ جاری ہے۔

(۱) حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہ العالی کے فرزند رشید حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے نواسہ اور حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے حقیقی بھانجے ہیں۔ دورہ حدیث مدرسہ کاشف العلوم نظام الدین دہلی میں کیا۔ حضرت شیخ کے تربیت یافتہ مجاز اور جانشین ہیں۔ ہمارے بزرگوں کی خاص طور پر حضرت رائے پوری کی ان پر خاص نظر رہی ہے، اللہ ان کی زندگی میں برکت دے۔

اس وقت اس سلسلہ کی اہم ترین کڑی اور اس مبارک خاندان کی ممتاز ہستی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کاندھلوی کی ہے جو حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے داماد مولانا اکرام الحسن کاندھلوی کے صاحبزادہ، حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے معتمد خاص اور مجاز، اور حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی کے انتقال کے بعد تبلیغی جماعت وتحریک کے امیر ہیں۔ اطال اللہ بقائہٗ و کثر امثالہ، ان کے ایک صاحبزادہ ہیں جن کا نام مولوی محمد زبیر ہے۔

خاندان کی بیبیاں

اس مبارک خاندان کے مرد تو مرد عورتیں تک دینداری اور تقویٰ میں ممتاز رہی ہیں، حفظ قرآن کا معمول شروع سے رہا ہے اور اب تک ہے۔ عبادت گذاری، شب بیداری ذکر وتلاوت کے قصے اور معمولات زبان زد خاص وعام ہیں۔ امّی بی (مولانا محمد الیاس اور مولانا محمد یحییٰ کی نانی) بی صفیہ مولانا محمد الیاسؒ و مولانا محمد یحییٰ کی والدہ کے شب وروز کے معمولات تو ہم جیسے کم ہمت مردوں کے تصور سے بھی باہر ہیں۔

سلسلۂ نسب

مولوی محمد ہارون کا سلسلہ نہالی اور دادھیالی مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی سے جا ملتا ہے۔ مولوی محمد ہارون کے والد ماجد مولانا محمد یوسف ابن مولانا محمد الیاس ابن مولانا اسمٰعیل جھنجھانوی ثم کاندھلوی۔

والدہ ماجدہ بنت حضرت مولانا محمد زکریا، ابن مولانا محمد یحییٰ ابن مولانا محمد اسمٰعیل۔

حضرت مولانا محمد اسمٰعیل جھنجھانوی کے مورث اعلیٰ مولانا حکیم محمد اشرف تھے جو عہد شاہ جہاں کے ایک مشہور صاحب کمال بزرگ تھے۔ جن کا سلسلۂ نسب

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے وہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے اور ان کے فضل و کمال پر بادشاہ، اس کے اہل دربار سے لے کر علماء و مشائخ تک سبھی متفق تھے۔ آخر میں اس خاندان نے کاندھلہ میں بود و باش اختیار کر لی۔ اور اب کاندھلہ ہی ان کا وطن ہے۔

والدہ ماجدہ

مولوی محمد ہارون کی والدہ ماجدہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زید مجدہٗ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں وہ بی بی بھی خاندان کی دوسری بیبیوں کی طرح عابدو زاہد اور صابر و شاکر بی بی تھیں۔ قرآن شریف کی تلاوت کا بڑا ذوق پایا تھا، وہ ان بیبیوں میں تھیں جو باوجود کم عمری کے رمضان مبارک میں دو ثلث قرآن مجید روز پڑھتی تھیں۔ اور گھر کے سارے کاموں کے ساتھ ساتھ ذکر و تلاوت، عبادت، خدمت خلق، مہمان نوازی میں ہمہ تن مشغول رہتی تھیں۔ ان کے صبر و شکر کا یہ حال تھا کہ وہ کئی سال تپ دق میں بیمار رہیں مگر شکایت یا ناشکری کا کوئی جملہ زبان سے نہیں نکالا۔ ان کے شوہر حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی تبلیغی اور دعوتی کام میں ہمہ وقت مشغول رہتے تھے اور وقت نہیں ملتا تھا کہ وہ اپنی اہلیہ کی اچھی طرح دیکھ بھال اور دلجمعی سے تیمارداری کا کام کریں یا ان کی تسکین کی خاطر وقت نکالیں مگر کبھی ان صابر و شاکر بی بی نے ان سے شکایت نہیں کی بلکہ ایک بار خود فرمایا ”کہ آپ دینی دعوت کے کام میں مشغول رہیئے میری فکر نہ کیجئے اور دعوت کا مبارک کام کئے جائیے۔ اگر میں اچھی ہوگئی تو فبہا ورنہ جنت میں انشاء اللہ ملاقات ہوگی“۔

ان مبارک بی بی کا انتقال ۲۹ رشوال ۱۳۶۶ھ مطابق ۱۵ رستمبر ۱۹۴۷ء کو مغرب کی نماز کے سجدہ میں ہوا۔ جب وہ اشارہ سے سجدہ کر رہی تھیں۔

ایسی مبارک ماں کی گود میں مولوی محمد ہارون نے اپنی آنکھیں کھولیں۔

ولادت سے والد ماجد کے انتقال تک

از ۱۳۵۸ھ مطابق ۱۹۳۹ء تا ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۵ء

ولادت

مولوی محمد ہارون کی ولادت ۲۳/۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ مطابق ۸ نومبر ۱۹۳۹ء دوشنبہ وسہ شنبہ کی درمیانی شب میں ۱۲ بج کر ۴۰ منٹ پر ہوئی اور عقیقہ ساتویں روز، فطام یعنی اختتام مدت شیر خوارگی ۲۵ رمضان ۱۳۶۰ھ، ۱۴ اکتوبر ۱۹۴۱ء یوم جمعہ کو ہوا۔

ولادت اور نشو ونما کا زمانہ

مولوی محمد ہارون کی ولادت اور نشو ونما ایسے زمانہ میں ہوئی جب کہ تبلیغی کام میوات سے نکل کر دوسرے علاقوں میں پھیل رہا تھا۔ اور مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ سہارن پور، کاندھلہ، مظفر نگر کے دورے فرماتے رہتے تھے، اہل علم حضرات بستی نظام الدین آنے لگے تھے۔ مولوی صاحب کی ولادت سے کچھ قبل بعض اہل علم اور باخبر حضرات آچکے تھے اور اپنے گہرے تاثرات کا اظہار کر چکے تھے۔ ولادت کے صرف دو ماہ بعد مولانا محمد منظور نعمانی جو پہلے بھی آچکے تھے، اور مولانا سید ابوالحسن علی

ندوی جن کی پہلی آمد تھی۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میوات کا دورہ کیا۔ دورہ سے واپسی پر اپنے مشاہدات وتاثرات کو قلم بند کیا اسی عرصہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے اساتذہ اور طلبا نے حضرت مولانا کی ہدایات اور اصول پر لکھنؤ اور اس کے اطراف میں تبلیغی کام شروع کیا، مولانا سید ابوالحسن علی ندوی اس زمانہ کی کیفیت اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

"۵۸-۱۹۵۹ء میں اس تحریک ودعوت کے متعلق رسالہ میں بعض مختصر مضامین شائع ہوئے اور میوات ودہلی کے باہر اتنا ذکر شروع ہوا کہ جن لوگوں کو اس نوع کے کام کی یا اس طریقہ پر دین کے کام کی طلب وجستجو تھی انھوں نے سفر کیا، مولانا سے ملے اور میوات گئے، اس خوش نصیب گروہ میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بعض مدرسین بھی تھے۔"

اسی زمانہ میں میواتیوں اور دہلی کے تجار اور مدارس کے طلبا کی جماعتیں اطراف میں اور یو۔ پی۔ وپنجاب کی طرف جانے لگیں۔

۱۳۶۲ھ میں سندھ میں کام شروع ہوا اور رجب ۱۳۶۲ھ میں جب کہ مولوی محمد ہارون کی عمر چار سال کی تھی حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ لکھنؤ تشریف لائے اور آٹھ روز قیام فرمایا۔ اور علما، وطلبا، اور تجار اور میوات کی جماعتوں نے گشت کئے اس سفر میں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مدظلہٗ بھی ہم رکاب تھے۔ یہ مبارک قافلہ لکھنؤ، رائے بریلی، کان پور میں قیام کرتا ہوا دہلی اور سہارنپور واپس ہوا۔

وہ یہ مبارک دور تھا جس میں تبلیغی تحریک کا عروج ہوا اور وہ پروان چڑھا اور اسی مبارک دور میں مولوی محمد ہارون کی ولادت ہوئی ان کا نشو ونما ہوا اور انھوں نے شیر خوارگی کی منزلیں طے کیں۔

مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی نظرِ عنایت اور کلماتِ خیر

مولوی محمد ہارون کی پیدائش سے خاندان والوں کو بڑی خوشی ہوئی۔ خود حضرت مولانا محمد الیاسؒ صاحب اپنے پوتے کی ولادت سے بڑے مسرور ہوئے، ایک وجہ تو یہ تھی کہ مولوی محمد ہارون مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے پہلے فرزند تھے۔ اور یہی اکلوتے فرزند تھے ان کی نہ کوئی بہن تھی نہ بھائی۔ دوسرے یہ کہ مولانا محمد الیاسؒ اور ان کے اہل خاندان نیز اہل میوات کو یہ امید ہوئی اور اس پر اطمینان ہوا کہ یہ لڑکا بڑا ہو کر اپنے باپ دادا کی دعوت الی اللہ والی امانت کی حفاظت کرے گا اور اپنے اسلاف کی جانشینی کرے گا۔ خود مولانا محمد الیاس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے اس پوتے سے بڑی امیدیں وابستہ تھیں۔ میاں جی محمد عیسیٰ کہتے ہیں:

> ''مرحوم (مولوی محمد ہارون) کی پیدائش ہمارے سامنے کی ہے۔ ہم نے اپنے ہاتھوں میں ان کو کھلایا، بچپن میں ان کے سر پر ایک پھوڑا نمودار ہوا ڈاکٹروں اور جراحوں نے اس کو لاعلاج بتایا۔ حضرت مولانا شاہ محمد الیاس نور اللہ مرقدہٗ نے دعا کی کہ یا اللہ اگر آپ کو اس بچے سے دین کا کام لینا ہے تو اسے شفا عطا فرما، حضرت مولانا کی اس دعا کے بعد شفا ہوتی گئی اور وہ پھوڑا بالکل ختم ہو گیا۔ اس سے امید تھی کہ مرحوم بڑے ہو کر دین کا کام کریں گے۔''

مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ اپنے اس پوتے کو دیکھ دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور اس کی پیشانی سے اللہ جانے کیسی سعادت اور تعلق مع اللہ کے آثار ان کو دکھائی دیتے تھے کہ وہ اس کے متعلق بڑے اچھے کلمات ارشاد فرمایا کرتے تھے۔ مولانا عبید اللہ بلیاوی کا کہنا ہے:

> ''حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ فرماتے تھے جو مجھ

سے نہیں لگا ہے وہ مولوی یوسف سے لگے گا اور جو مولوی یوسف
سے نہیں لگا ہے وہ ہارون سے لگے گا"

مولانا افتخار فریدی کہتے ہیں:

"مولوی ہارون کو بندہ نے تین چار سال کی عمر میں ننگے
بدن، لاغر جسم، روتے ہوئے، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے
پاس آتے ہوئے اور ان کو اسے گود میں لے کر چمٹاتے ہوئے،
پیار کرتے ہوئے دعائیں دیتے ہوئے دیکھا"

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

"مولوی محمد ہارون بہت نحیف الجثہ اور کمزور تھے۔ ایک بار
میں مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر تھا، مولانا
مولوی محمد ہارون کو ہاتھوں میں لئے جھلا رہے تھے کہ یوسف کا بچہ
ہے وہ بھی دبلا یہ بھی دبلا اور مسکراتے جا رہے تھے"

حضرت مولانا محمد یوسف کی تربیت میں

۱۳ر رجب ۱۳۶۳ھ مطابق جولائی ۱۹۴۴ء کو حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا انتقال ہو گیا اور مولوی محمد ہارون کے شفیق و مربی دادا کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ دعوت الی اللہ کی امانت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے سپرد ہوئی۔ مولوی محمد ہارون کی عمر اس وقت صرف ۵ سال کی تھی۔ آپ نظام الدین دہلی میں اپنے والد ماجد کے زیر سایہ رہنے لگے اور وہیں تعلیم حاصل کرنے لگے۔

حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے انتقال کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ صاحب کو اپنے عزیز فرزند سے تعلق و محبت میں اضافہ محسوس ہونے لگا اور وہ زیادہ توجہ اور انہماک سے ان کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنے لگے۔

لیکن تربیت کی خاطر اس تعلق ومحبت کا ایسا اظہار نہیں کرتے تھے کہ تربیت میں خلل پیدا ہو، وہ ان پر کڑی نگاہ رکھتے تھے ان کو غلط ماحول سے بچانے کی فکر کرتے تھے اوران لوگوں کے سپرد رکھتے تھے جو دعوت الی اللہ کے کاموں میں مشغول رہتے تھے اس کا نتیجہ تھا کہ مولوی محمد ہارون کے معصوم دل ودماغ پر شروع ہی سے ذکر وتبلیغ کے نقوش نمایاں رہنے لگے۔ مولوی سید محمد طاہر منصور پوری جو ۱۹۴۶ء میں تقریباً ایک سال مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی خدمت میں نظام الدین رہے ہیں۔ اور وہاں ابتدائی تعلیم بھی حاصل کی ہے۔ ان کا مولوی ہارون کے ساتھ زیادہ وقت گزرا ہے۔ اس وقت مولوی محمد ہارون کی عمر سات سال کی تھی بیان کرتے ہیں:

''میں جب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خدمت میں رہا تو مولوی محمد ہارون کو بہت قریب سے اور شب وروز میں زیادہ وقت دیکھنے کا موقع ملا۔ اس وقت میری عمر سولہ سترہ سال کی تھی اور مولوی ہارون کی سات آٹھ سال کی۔ اس کم عمری میں میں نے ان کے اندر جو جوش، ولولہ اور تبلیغ و دعوت دعا، ذکر وعبادت کا ذوق دیکھا وہ میرے لیے رشک کے قابل تھا۔ میں ان کی اس حالت پر رشک کرتا تھا اور ندامت کا احساس ہوتا تھا میں نے ان کو کبھی کھیلتے ہوئے یا گھومتے ہوئے نہیں پایا، اس کی وجہ میں نے یہ دیکھی کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب باوجود اس کے کہ اپنے بیٹے سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے اور کبھی کبھی محبت وتعلق کا بے اختیار اظہار ہوتا تھا۔ تعلیم وتربیت کے معاملے میں کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ اور ان سے مہمانوں کی خدمت لیتے۔ طلبا کے کاموں میں شریک کرتے چیزیں منگواتے۔

اگر کبھی کوئی غلط کام کرتے دیکھتے تو سخت گرفت کرتے اور سزا
دیتے مگر میں نے مارتے نہیں دیکھا حضرت مولانا نے اکثر مجھ کو
بلا کر فرمایا" طاہر میں نے ہارون کے لیے بڑی دعائیں کی ہیں اور
برابر کرتا ہوں"۔

بچپن کے مشاغل

مولوی محمد ہارون نے ایسے مبارک ماحول میں آنکھیں کھولیں جس میں علم وتقویٰ اور پرہیز گاری رچی بسی تھی۔ جہاں شب و روز دین کا کام ہوتا تھا صبح سے شام تک تبلیغی جماعتوں کی آمد و رفت رہتی، اس وقت کے بڑے بڑے مشائخ اور بزرگ تشریف لاتے۔ بستی نظام الدین ان مشائخ اور تبلیغی وفود کا مرکز تھا۔ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کی تقریروں اور علماؤ مشائخ کے وعظوں سے فضا گونجتی رہتی، علما کی صحبتیں ہوتیں۔ قربانی و ایثار اور اللہ کی راہ میں نکلنے کی دعوت دی جاتی گھر کے اندر خاندان کی بیبیاں، عورتوں میں بھی کام کرتیں۔ اور ذکر و شغل، عبادت و ریاضت کا مشغلہ ہمہ وقت جاری رہتا مولوی محمد ہارون اپنی آنکھوں سے جماعتوں کی آمد و رفت دیکھتے، ماں اور خالاؤں اور دوسری بیبیوں کی دینی باتیں سنتے تو ان کے دل ودماغ کی سلوٹوں میں دعوت الی اللہ کا جذبہ اور ذکر و تلاوت کا شوق پرورش پاتا۔ اور دین کے گہرے نقوش ثبت ہوتے رہے اور غیر شعوری طور پر ایمان و یقین ان کے دل میں سرایت کرتا رہا۔

مولوی سید محمد طاہر منصور پوری اپنے دوران قیام کا ایک واقعہ سناتے ہیں:

"مولوی محمد ہارون روز دیکھتے کہ ان کے والد منبر پر یا اس
کے قریب کھڑے تقریر کر رہے ہیں۔ تو ان کے اندر بھی یہی جذبہ
پیدا ہوتا۔ اور وہ اپنے ہم عمر بچوں کو جمع کرتے اور خود بڑھ کر منبر

پر چڑھ جاتے اور ہاتھ ہلا ہلا کر ٹوٹی پھوٹی زبان میں تقریر کرنے لگتے۔''

حافظ صدیق نوح والے کہتے ہیں:

''مرکز کے پیچھے مغربی جانب بچے کھیل رہے تھے۔ میں بھی اس طرف چلا گیا۔ تو آٹھ دس اینٹیں مولوی ہارون نے کھڑی کر رکھی تھیں۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا کر رہے ہو تو ہنس کر بولے ہم نے جماعت بنائی ہے ہماری یہ جماعت مکّہ جائے گی، میں نے کہا مکّہ جانے کا پیدل راستہ نہیں ہے تو کہنے لگے، اللہ لے جائے گا۔''

صوفی انعام اللہ صاحب ایک روایت بیان کرتے ہیں:

''مولوی محمد ہارون صاحب کی عمر چھ سات سال کی ہوگی۔ ایک دن مرکز نظام الدین میں حوض پر بیٹھے وضو کر رہے تھے جماعتیں رخصت ہو کر جا رہی تھیں۔ ایک جماعت کو روکا اور پوچھا، تم میں امیر کون ہے؟

امیر صاحب آگے بڑھے، صاحبزادہ کہنے لگے (اپنی کلمہ والی انگلی اٹھا کر) دیکھو خوب ڈٹ کر اور جم کر کام کرنا۔''

راقم السطور ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء میں سہارن پور اور ۱۳۶۴ھ مطابق ۱۹۴۵ء میں نظام الدین دہلی میں مسلسل کئی ماہ رہا اس وقت مولوی ہارون کی عمر چار، پانچ سال کی تھی۔ اور میری عمر ۱۹ یا ۲۰ سال کی، حضرت شیخ الحدیث اور مولانا محمد یوسف صاحب نے میرے ساتھ خاندان کے شفیق بزرگوں کی طرح شفقت و محبت کا معاملہ کیا۔ اس وجہ سے مولوی ہارون اور مولوی طلحہ صاحبزادۂ حضرت شیخ الحدیث

مجھ سے چھوٹے بھائیوں کی طرح مانوس رہے۔ میں نے ان میں جس سعادت اور حسن اخلاق ومحبت کے آثار دیکھے وہ کہیں اور نہیں دیکھے، گھر اور گھر کے متعلقین کے بچوں کے علاوہ کہیں دوسری جگہ آتے جاتے نہیں دیکھا لباس میں وضع قطع میں، بول چال میں اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر دیکھا۔

ذی قعدہ ۱۳۶۳ھ کا واقعہ ہے میں نظام الدین میں تھا۔ لکھنؤ اور دوسرے شہروں کی جماعتیں آئی ہوئی تھیں۔ مالب (میوات) میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہونے والا تھا۔ مسجد کے بیرونی حصے میں تعلیم کا حلقہ لگا ہوا تھا کہ گھر کے اندر سے مسلسل اللہ اللہ کی آواز آرہی تھی۔ اور بہت زور کے ساتھ کوئی بچہ ذکر کررہا تھا۔ لکھنؤ کے ایک ساتھی نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کس بچہ کی آواز ہے۔ آواز تو بچکانہ ہے مگر جوش اور طرز سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحب ذکر کررہے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ مولانا تو نہیں ہیں ان کے صاحبزادہ میاں ہارون ہیں۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میاں ہارون اونچی دوپلی ٹوپی لگائے ہاتھ میں ایک بڑی تسبیح لیے تیزی سے مولانا محمد یوسف صاحب کے کمرہ سے نکلے اور حلقہ کی طرف دوڑتے ہوئے آئے اور غور سے ہمارے حلقہ کو دیکھنے لگے اور درس سننے لگے۔ کچھ دیر بعد مسکرا کر واپس چلے گئے۔

اس چھ سالہ صاحبزادہ کو دیکھ کر ہم سب کو ایسا رشک آیا کہ اس کی کیفیت بیان نہیں کرسکتے ہیں میں تو ان کی یہ کیفیت پہلے ہی سے جانتا تھا۔ جماعت کے دوسرے حضرات بہت زیادہ متاثر ہوئے اور کہنے لگے مبارک ہے یہ گھر جس میں اس بچہ نے پرورش پائی۔ اور باعث افتخار ہیں وہ والدین جن کی گودوں میں یہ بچہ پلا اور بڑھا۔

والدہ ماجدہ کا انتقال اور وصیت

۲۷ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کو ملک تقسیم ہوا اور اس کے بعد فسادات

شروع ہوگئے۔ستمبر ۱۹۴۷ء کو دہلی میں قتل عام ہونے لگا۔راستے مسدود ہوگئے۔جو جہاں تھا وہیں رہ گیا،مسلمان پناہ گزیں پرانے قلعہ اور جامع مسجد میں ٹھہرائے گئے میوات کے لوگ بھاگ بھاگ کر بستی نظام الدین میں آکر رکے۔ ہر طرف حملوں اور لوٹ مار کا بازار گرم تھا۔انھیں پر آشوب دنوں میں مولوی محمد ہارون کی والدہ ماجدہ سخت علیل تھیں اور مرض الوفات میں گرفتار تھیں۔انتقال سے دو دن پہلے ایک بزرگ خاتون کے اصرار پر وصیت لکھوائی جس میں اور باتوں[1] کے علاوہ مولوی ہارون کے متعلق یہ الفاظ تحریر تھے:

''ہارون کو والد صاحب قبلہ (حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدظلہ) اپنے پاس رکھیں کیونکہ وہ بغیر ماں کے بچہ کو بہت اچھی طرح سے رکھتے ہیں۔ وہ اس کو انشاء اللہ بہت اچھے طریقہ سے رکھیں گے، ایسا نہ ہو کہ یہ در، در مارا مارا پھرے اور اچھے طریقہ سے تعلیم دے کر کل قیامت کے دن اس کو میری نجات کا ذریعہ بنائیں''۔

اس وصیت نامہ کی تحریر کے دو روز بعد یہ نیک بی بی انتقال کر گئیں۔انتقال کے وقت مولوی ہارون خسرہ کے مرض میں مبتلا تھے۔ان کی عمر آٹھ سال کی تھی شیخ الحدیث نے اپنی صاحبزادی کے انتقال کی کیفیت اور مولوی ہارون کے مرض کے متعلق ایک مکتوب میں جو انھوں نے اپنی دوسری صاحبزادی (اہلیہ مولانا انعام الحسن صاحب) کو کاندھلہ بھیجا،تحریر فرماتے ہیں:

---

(۱) وصیت نامہ کے دوسرے الفاظ یہ تھے۔میری پہنچی کے دو دانے ذاکرہ کو دیدیں، میں نے اور اس نے ساتھ بنوائی تھیں۔اس کا کچھ سونا میری طرف چلا گیا تھا،وہ میرے پاس گم ہوگیا تھا۔اب تک تلاش کیا اور آرسی مدینہ طیبہ بھیج دینا کیونکہ وہ میری والدہ کی بہت شوق سے بنوائی ہوئی تھیں،اور گلے کا ہار میری زکوۃ میں دیدیں۔شاید میرے ذمہ کچھ رہ گئی ہو۔

”والدہ ہارون ۲۹ر شوال (۱۳۶۶ھ) کی شام کی مغرب کی نماز کے درمیان میں جب کہ وہ اشارہ سے نماز پڑھ رہی تھی جب سجدہ کے لیے اشارہ کیا تو ایک دم اڑگئی (انتقال ہوگیا) تم خود سوچو کہ موت تو ہر شخص کو اپنے وقت پر آنی ضرور ہے، مگر ایسی اچھی موت خوش نصیب ہی کو آتی ہے۔ ہارون غریب کو اب تک یہی خبر نہیں اس دن اس کو خسرہ کی وجہ سے بخار اور غفلت تھی جب اس کو ہوش آیا تو اس کی بہنوں نے کہہ دیا کہ وہ حکیم کے گھر چلی گئی۔ وہ اب تک یہی سوچ رہا ہے اور چونکہ سب کو یہ معلوم ہے کہ راستے بند ہیں اس لئے وہ راستے کھلنے کی دعا کرتا ہے تا کہ بھابی آجائیں، اس کے بلانے یا اس کے پاس جانے کی بھی ضد نہیں کرتا البتہ اس کے آنے کا ذکر تذکرہ ضرور کرتا رہتا ہے۔“[1]

آگے تحریر فرماتے ہیں:

”مجھے اس کی بیماری میں کئی باتوں کی خوشی ہوئی۔ ایک یہ کہ خواہ کتنا ہی ضعف یا غفلت ہوتی جب بھی اس کو نماز کے وقت کا اندازہ ہوتا چوکنا ہو کر تیار ہو جاتی۔ دوسرے اس تحریر سے بھی اس کو اپنی آخرت کا جذبہ معلوم ہوتا ہے۔“

مولوی محمد ہارون کی والدہ صاحبہ کی وصیت سے معلوم ہوتا ہے کہ والدہ کو اپنے عزیز بیٹے کی دینی تعلیم و تربیت کی کتنی فکر تھی اور اس کو اپنا ذریعہ نجات سمجھتی تھیں۔ اسی لیے وصیت نامہ میں اور دوسری باتوں کی بہ نسبت مولوی محمد ہارون کی تعلیم اور مستقبل کو نیک بنانے پر سب سے زیادہ زور دیا۔“

---

(۱) مکتوب بنام والدہ زبیر تحریر کردہ ۱۲ر ذی قعدہ ۱۳۶۶ھ

حضرت شیخ کی خدمت میں:

والدہ صاحبہ کے انتقال کے بعد جب مولوی محمد ہارون کی طبیعت ٹھیک ہوئی اور قوت عود کر آئی تو وصیت کے مطابق وہ حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدظلہ کی خدمت میں سہارنپور گئے۔

مولوی محمد ہارون کا اب تک ختنہ نہیں ہوا تھا۔ اس کا سبب کیا تھا معلوم نہیں ہوسکا۔ معلوم ہوتا ہے عقیقہ کے ساتھ یہ سنت اس لیے ادا نہ ہوئی ہوگی کہ نقاہت اور ضعف بہت ہوگا یا اور کوئی سبب ہو۔ اللہ اعلم بالصواب۔ غرض کہ والدہ کے انتقال کے کئی ماہ بعد سہارن پور میں ۱۳ر جمادی الثانی ۱۳۶۷ھ مطابق ۲۳ر اپریل ۱۹۴۸ء بروز جمعہ ختنہ ہوا۔ اس وقت ان کی عمر تقریباً ۹ سال کی تھی۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اس تاخیر پر بعض اعزہ کو اعتراض بھی ہوا تھا۔

حضرت شیخ کے زیر تربیت

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی مولوی محمد ہارون کے شفیق نانا تھے۔ نیز بے ماں کے نواسہ کی تعلیم و تربیت کا معاملہ تھا اس لیے شفقت محبت دو چند ہوگئی لیکن تربیت کا اندازہ وہ رکھتے تھے جو ان کے والد ماجد مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ کا تھا۔ جس کا تفصیلی ذکر انھوں نے اپنی کتاب ''آپ بیتی'' میں کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ تربیت میں محبت اور لاڈ پیار سے کام لینا بچہ کے لیے مہلک ہے۔ اس لیے حضرت شیخ نے مولوی ہارون کی تربیت میں بڑی کڑی نگاہ سے کام لیا۔ اور باوجود شفقت اور انتہائی محبت کے سختی برتی جس کا نتیجہ بعض دفعہ یہ بھی نکلتا تھا۔ کہ مولوی محمد ہارون کو اپنی والدہ یاد آتی تھیں اور اس کا اظہار بھی کردیتے تھے حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''اس زمانہ کا ایک شعر مجھے اکثر چبھتا ہے میں جب اپنے
کمرے میں ہوتا تھا اور کبھی کبھی جب کوئی بات طبیعت کے خلاف
پیش آتی تو وہ بہت لے سے یہ شعر۔

اگر زندہ ہوتی تو تو دیکھتی
گذرتی ہے مجھ پر جو کچھ بے کلی

ایسے درد سے پڑھتا تھا کہ میں اپنے کمرہ میں بیٹھا ہوا بے چین
ہو جاتا تھا معلوم نہیں یہ شعر کس کا ہوگا، کس نے اس کو بتایا ہوگا؟''

حضرت شیخ کو مولوی محمد ہارون کی تعلیم کی طرف بھی پوری توجہ تھی۔ جب
ان کی عمر اور بڑھی تو ان کے لکھنے پڑھنے کی طرف زیادہ توجہ فرمانے لگے اور ان کی
ذرا سی کاہلی یا بے توجہی پسند نہیں کرتے تھے اور ان سے علم کی طرف توجہ کرنے اور
پورے انہماک سے کام لینے کو کہتے۔ اپنے ایک مکتوب میں اپنی صاحبزادی (اہلیہ
مولانا انعام الحسن صاحب) کو لکھتے ہیں:

''عزیز ہارون کی طرف سے مختصر پرچہ پہنچا اس میں یہ لفظ
کہ ''میرا دل خط لکھنے کو چاہتا ہے مگر میرے پاس لکھنا نہیں آتا''۔
کچھ اچھا نہیں لگا میرے پیارے بچے آخر وہ کون سا زمانہ اور کب
آئے گا۔ جب تمھیں لکھنا آئے گا۔ اب ماشاء اللہ کافی عمر ہوگئی
جلد لکھنا سیکھنے کی کوشش کرو۔ اب تمہاری دونوں (محمد ہارون،
مولوی محمد طلحہ صاحبزادہ حضرت شیخ) کی عمروں میں کھیل کی بالکل
گنجائش نہیں رہی لکھنا پڑھنا، جلد سیکھنا شروع کردو''

ایک دوسرے مکتوب میں اپنے خویش مولوی حکیم محمد الیاس صاحب کو تحریر
فرماتے ہیں:

''عزیز ہارون سلمہ سے کہہ دیں کہ اگر اپنی طبیعت کے خلاف
چند ماہ کے لیے کم از کم مہینے کے تین دن نباہ لو تو بہت مفید ہوگا۔
میری گرفتوں کو بہت خوشی سے نہ صرف برداشت کرو بلکہ ان پر
عمل کرو تو بہت مفید ہوگا۔''

حضرت شیخ کا طریقۂ تربیت

حضرت شیخ کی تربیت کا یہ انداز صرف عمر کے ابتدائی حصہ تک نہیں رہا بلکہ مولوی ہارون کی زندگی بھر قائم رہا۔ اور والدہ ہارون مرحومہ کی وصیت کے مطابق سفر وحضر، بچپن اور جوانی کے ہر دور میں اپنے انداز سے تربیت فرماتے رہے۔ اس سے پہلے کہ مولوی محمد ہارون کے حالات زندگی مرحلہ وار بیان کروں، حضرت شیخ کی تربیت کے ایسے واقعات بھی بیان کردوں جو مولوی ہارون کی جوانی اور آخر عمر تک پیش آئے ہیں تاکہ قارئین ایک نظر میں حضرت شیخ کے الفاظ میں ان کی تربیت کے طریقہ کو پڑھ لیں اور اندازہ لگائیں کہ مولوی محمد ہارون کی تربیت کس کس طرح کی گئی تھی اور اس تربیت کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے ان کو مختلف صفات حسنہ اور کمالات وامتیازات کا مالک بنادیا تھا، اور وہ "شابٌ نشأفي عبادة اللّٰہ" کہلانے کے لائق بن گئے تھے۔

یہ سب جانتے ہیں کہ مولوی محمد ہارون ایک ایسے بزرگ کے بیٹے اور ایک ایسے شیخ کے پوتے تھے جو دعوت الی اللہ کی تحریک کی قیادت کی بنا پر مرجع خاص وعام بن گئے تھے۔ اور امیر وغریب، سلطان وگدا، عالم، غیر عالم، مقامی اور غیر مقامی سب طرح کے لوگوں کا مرکز بن گئے تھے۔ ان کی طرف دنیا کے مختلف خطوں کے لوگ کھنچ کھنچ کر آتے تھے اور سب سے بڑھ کر میوات کے لاکھوں آدمی جو اس خاندان کے ممنون احسان تھے۔ اور حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

"حضرت شیخ الحدیث پر جانیں چھڑکنے والے تھے۔ ان کے نزدیک فطری طور پر مولوی محمد ہارون بھی لائق احترام اور قابل صد افتخار تھے۔ اس کی وجہ سے اس کا بڑا خطرہ تھا کہ مولوی محمد ہارون میں صاحبزادگی اور مخدومیت کی بو باس آجائے اور احساس برتری پیدا ہو جائے۔ حضرت شیخ کو ہمہ وقت اس کی فکر رہتی تھی کہ وہ اس مہلک مرض میں مبتلا نہ ہوں اور اس کے لیے ضروری تھا کہ ان کا امیروں سے خلاملا نہ ہونے پائے۔ حضرت شیخ اس پر نظر رکھتے تھے اور تنبیہ فرماتے رہتے تھے مولوی محمد ہارون نے ایک مرتبہ پاکستان کا سفر کیا تو شیخ نے اس سفر کے سلسلے میں جو ہدایات دیں اور جو طریقہ اختیار کیا وہ خود شیخ کے الفاظ میں سنئے۔

"مرحوم کا پاکستان کا سفر ہمیشہ مولانا انعامؒ صاحب کے ساتھ رہا آخری سفر جمادی الثانیہ ۱۳۹۱ھ میں ہوا۔ میں نے تنہا سفر کرنے کو تجویز کیا جس کو احباب نظام الدین نے بھی پسند نہیں کیا اور پاکی احباب نے بھی لکھا کہ تنہا سفر تجویز نہ کریں۔ بلکہ مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ تجویز کریں۔ مگر میں نے دونوں حضرات سے کہا کہ میں نے قصداً تجویز کیا ہے۔ اس کو میری رائے سے باقی رکھیں خوشی سے یا ناخوشی سے، انھوں نے قبول کرلیا۔ اور مرحوم ۲۴ / جمادی الثانیہ کو مع اپنی اہلیہ کے فیروز پور کے راستہ سے گیا کہ اہلیہ کو اپنے اعزہ سے ملنا تھا۔ میں نے اس وقت اپنے خصوصی احباب کو خطوط لکھے کہ ہارون کے متعلق مجھے امور ذیل کی صحیح رپورٹ روزانہ دیا کریں:

۱۔ جماعت کی نماز یا کوئی رکعت تو نہیں گئی؟

۲۔ نماز کی سنتیں اور دیگر معروف سنتوں میں سے کسی میں کوتاہی

ہوئی؟

۳۔اہل اموال کے ساتھ کس نوع کا برتاؤ رہا۔

(الف) کسی سے کوئی چیز مانگی؟

(ب) کسی رئیس کی کوئی چیز دیکھ کر اس کے منہ پر اس چیز کی پسندیدگی کا اظہار کیا یا اس کی قیمت پوچھی وغیرہ وغیرہ۔

مالداروں کا تجربہ بھی ہمیشہ سے ہے جس میں یہ ناکارہ خود بھی مبتلا ہے اور میرے معاصرین مجھ سے بھی زیادہ کہ اول تو نیاز مند بن کر کسی چیز کی تواضع کرتے ہیں۔اور جب وہ قبول کر لے تو اس پر حُبِ دنیا کا الزام لگاتے ہیں۔ برکت کے نام سے دکان پر لے جاتے ہیں۔اور درخواست کرتے ہیں کہ کوئی چیز پسند آوے۔ اگر یہ غریب پسند کر لیتے ہیں تو لالچی ہونے کی شکایت کرتے پھرتے ہیں۔ میں نے دوستوں کو یہ بھی لکھ دیا تھا کہ یہ غیبت یا مرحوم کی شکایت نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ خیر خواہی ہے مسئلہ مجھے تم سے زیادہ معلوم ہے میرے دوستوں کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے انھوں نے میری فرمائش کو پورا کیا، اور وہ اپنے خطوط میں یہ لکھتے کہ آج صبح کی ایک رکعت گئی۔آج ظہر کی سنتیں نہیں پڑھیں وغیرہ وغیرہ۔خطوط میں چونکہ تاریخ ہوتی تھی میں ان کو ایک کاغذ پر نوٹ کرتا رہتا تھا کہ فلاں تاریخ کو صبح کی سنتیں نہیں پڑھیں، فلاں تاریخ کو فلاں نماز کی ایک رکعت فلاں دن یہ بات پیش آئی۔فلاں سے یہ فرمائش کی اور خطوط پر چونکہ روانگی کی تاریخ نہیں ہوتی تھی اس کی مدد سے میں نوٹ کرتا رہتا تھا۔

مرحوم کی واپسی پر میں نے مرحوم کو تنہا اپنے کمرہ میں بلا کر تاریخ وار مطالبے کئے اور مناسب تنبیہہ بھی کیں۔ اس کو بڑا تعجب اس پر تھا کہ میرے ساتھ کوئی ایسا شخص نہیں رہتا تھا جو ہر وقت کی ڈائری لکھ کر بھیجتا ہو۔ مرحوم نے بہت ہی تحقیقات پاکی احباب سے اس کی کی مگر کوئی ایک ڈائری لکھتا تو اقرار کرتا۔ ان کے خطوط میں تو ایک واقعہ ہوتا تھا۔ اور خط کی روانگی کی تاریخ جو میرے یہاں دونوں درج ہوتے تھے جب میں نے مرحوم سے کہا کہ تمہارا یہ سفر پاکستان میں نے اسی وجہ سے تنہا تجویز کیا تھا۔ کہ تم میں تنہا سفر کرنے کی قابلیت پیدا ہوئی یا نہیں۔ ابھی تو بڑی دور ہو، یہی صورت سفر حج میں بھی پیش آئی کہ میں نے اپنے احباب کو تاکید کردی تھی کہ امور بالا میں سے خاص طور سے مجھے ہارون، طلحہ کے متعلق اطلاع کیا کریں یہ سفر چونکہ طویل تھا اس لیے دوران سفر میں نے تو ایک دو چیز پر ٹوکا مجھے ہارون مرحوم سے تعلق تو بہت تھا مگر اس کی اصلاح کی فکر اس کے تعلق پر غالب رہی اسی واسطے مرحوم مجھ سے بہت الگ الگ رہتا تھا۔ اور ڈرتا بھی تھا حالانکہ اس کا بہت ہی دل چاہتا تھا میرے پاس رہنے کو، مگر ڈرتا بہت تھا اور اس کا ڈر بے محل بھی نہیں تھا کہ جب میں نے اس کے باپ کو نہیں چھوڑا تو اس کو کیا چھوڑتا۔

تعلیم

مولوی محمد ہارون کی تعلیم چار مرحلوں میں ہوئی۔ پہلا مرحلہ ابتدائی تعلیم میں خاندان کے دوسرے بچوں کی طرح اردو اور قرآن شریف ناظرہ کی تعلیم حاصل

کی۔ناظرہ کے استاد حاجی محمد حنیف میواتی تھے۔

دوسرا مرحلہ حفظ قرآن کا تھا۔حفظ قرآن کے استاد حافظ نور الدین میواتی اور حافظ محمد سلطان میواتی تھے۔

تیسرا مرحلہ عربی فارسی کی تعلیم کا تھا۔فارسی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی نے شروع کرائی۔۲؍ربیع الاول ۱۳۷۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۵۵ء بروز چہار شنبہ کو کاندھلہ کی مسجد میں بعد نماز صبح آمد نامہ کی بسم اللہ کرائی۔اس کے بعد مولوی منیر الدین میواتی نے فارسی اور عربی کی تعلیم دی۔عربی کے اور بھی اساتذہ تھے جن کا ذکر آگے آرہا ہے۔

حفظ قرآن

۱۸؍ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۸؍اگست ۱۹۵۴ء بروز چہار شنبہ بعد نماز ظہر بستی نظام الدین دہلی میں مولوی محمد ہارون کا قرآن پاک حفظ ختم ہوا۔حفظ کے بعد کئی محرابیں سنائیں سب سے پہلی محراب رمضان المبارک ۱۳۷۴ھ میں سنائی اس وقت ان کی عمر ۱۶ سال کی تھی۔۱۹۷۹ء میں مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین میں اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے ہمراہ قرآن سنایا۔ان محرابوں کے علاوہ اور مسجدوں میں بھی قرآن شریف سنایا۔

عربی کی تعلیم

ابتدائی اور درمیانی کتابیں مولوی منیر الدین میواتی، مولوی صدیق اور مولانا یعقوب صاحب سہارن پوری سے پڑھیں، ان اساتذہ کے علاوہ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی سے بھی تعلیم حاصل کی۔مولوی منیر الدین صاحب میواتی جو اُن کے ابتدائی استاد ہیں بیان کرتے ہیں:

''مولوی ہارون صاحب مرحوم نے ۱۹۵۵ء میں عربی فارسی کی ابتدائی کتب اکثر و بیشتر بندۂ ناچیز سے پڑھیں اور باقی کتب نصاب کے اساتذہ کرام میں قابل ذکر اور مستقل یہ حضرات ہیں۔ (۱) حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مرحوم (۲) حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی (۳) حضرت مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی (۴) مولانا محمد صدیق صاحب میواتی حال مدرس مدرسہ عربیہ معین الاسلام وصدر مدرس مدرسہ کاشف العلوم مسجد بنگلے والی (۵) مولانا محمد یعقوب صاحب سہارن پوری، ان حضرات کے علاوہ اور بھی حضرات جزوی اور وقتی اساتذہ کرام کی فہرست میں شامل ہیں۔''

ان حضرات نے پوری توجہ محنت، اور محبت وشفقت کے ساتھ تعلیم دی اور دورۂ حدیث میں شرکت کی قابلیت پیدا کردی۔ مولوی محمد ہارون نے بھی پوری جانفشانی اور قدر کے ساتھ تعلیم حاصل کی ذہانت اور قوت حافظہ ورثہ میں پائی تھی۔ صلاحیت خدا داد تھی، تعلیم کے ساتھ ساتھ تبلیغی حلقوں میں بھی اٹھتے بیٹھتے اور علمی مذاکروں میں شریک ہوتے، مدرسہ کاشف العلوم کے دوسرے اساتذہ خصوصاً قاری رضا حسن صاحب بھوپالی جو حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے مجاز اور معتمد تھے اور عموماً علم سے دلچسپی رکھنے والے مبلغین اور طلبہ کو تجوید وقرأت کی تعلیم دیتے تھے۔ مولوی ہارون کی تعلیمی سرگرمیوں میں مدد دیتے تھے۔

دورۂ حدیث میں

اکیس سال کی عمر میں مولوی محمد ہارون نے علوم آلیہ کی ساری کتابیں پڑھ لیں۔ اب ان کو دورۂ حدیث کرنے کی ضرورت تھی، دورۂ حدیث کے لیے ان

وقت دارالعلوم دیو بند اور مظاہر علوم سہارن پور مشہور تھے۔ ان دونوں مدرسوں میں بڑی استعداد رکھنے والے مشہور علماء حدیث کی کتابیں پڑھاتے تھے۔ اور اب تک یہ دونوں مدرسے دورۂ حدیث میں ممتاز اور مشہور ہیں دارالعلوم دیو بند میں آخر آخر زمانہ میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی کا بخاری کا درس مشہور تھا۔ اور مظاہر علوم سہارن پور میں حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مدظلہ العالی کا۔ حضرت مولانا سید حسین احمدؒ مدنی کا انتقال دسمبر ۱۹۵۷ء یعنی ۱۳۷۷ھ میں ہو چکا تھا اور ان کی جگہ مولانا فخر الدین صاحب بخاری پڑھاتے تھے لیکن مظاہر علوم میں حضرت شیخ کا وجود اور ان کا درس بخاری جاری تھا مولوی محمد ہارون کے والد ماجد مولانا محمد یوسف اور دادا مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کا تعلق مظاہر علوم اور اس کے شیوخ واساتذہ سے قائم رہ چکا تھا۔ اور حضرت شیخ کی وجہ سے مولوی محمد ہارون کا مظاہر علوم میں تعلیم حاصل کرنا زیادہ مفید اور بار آور تھا۔ اس لیے وہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں مظاہر علوم کے دورۂ حدیث میں شریک ہو گئے۔ بخاری شریف حضرت شیخ الحدیث سے ترمذی، طحاوی اور اُن کے ساتھ نسائی مولانا امیر احمد صاحب سے، مسلم شریف مولانا منظور احمد خان صاحب سے، ابوداؤد حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے پڑھی۔

اس سال حضرت شیخ اپنی آنکھوں کے آپریشن کے سلسلہ میں علی گڑھ تشریف لے گئے تو بخاری شریف مولانا امیر احمد صاحب کے پاس آ گئی اور مولوی محمد ہارون نے مع اپنے رفقاء درس کے کتاب التفسیر کے بعد مولانا موصوف سے پڑھی اور شعبان ۱۳۸۱ھ میں دورہ کا امتحان دے کر تعلیم سے فراغت پائی اور نظام الدین واپس آ گئے۔

مدرسہ کاشف العلوم میں درس وتدریس کا مشغلہ

شعبان ۱۳۸۱ھ میں دورہ سے فارغ ہو کر شوال ۱۳۸۱ھ سے بستی نظام الدین

میں اپنے دادا حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے قائم کیے ہوئے مدرسہ کاشف العلوم میں ابتدائی کتابوں کے مدرس ہو گئے عمومی طور پر مولوی محمد ہارون کے سپرد ابتدائی فارسی کتابیں اور عربی میں الادب المفرد اور ریاض الصالحین تھی، مولوی صاحب نے ان کتابوں کو بڑی دلچسپی اور انہماک سے پڑھایا۔ طلبہ کے ساتھ حسن معاملہ، شفقت ومہربانی بہت کرتے تھے۔ ان کی ضرورتوں کو پورا کرنا ان کے مطالعہ کا خیال کرنا، ان کو سبق سمجھانا خاص شیوہ تھا بچے ان سے بہت مانوس رہتے اور بے تکلف اپنی ضرورتوں کا اظہار کرتے اور اسباق بڑے شوق سے پڑھتے، اور ان کے درس سے مطمئن ہوتے، درس وتدریس کا سلسلہ سالہا سال چلتا رہا۔

آخر میں والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسفؒ صاحب کے تبلیغی انہماک اور مسلسل سفروں اور دوروں کی وجہ سے مولوی محمد ہارون کی دلچسپی تعلیم، درس وتدریس کے بجائے تبلیغ سے بڑھتی رہی اور وہ تبلیغ میں زیادہ منہمک رہنے لگے اور اپنے والد ماجد کے ساتھ تبلیغی سفروں میں جاتے اور اجتماعات میں شریک ہوتے۔ دعا کراتے اور دوسرے تبلیغی مشاغل میں اپنا وقت صرف کرتے اس کی وجہ سے رفتہ رفتہ تعلیم اور درس وتدریس میں انہماک کم ہو گیا لیکن یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ اور کچھ نہ کچھ باقی رہا، بعض مرتبہ سفر سے آئے یا طبیعت ناساز تھی، کچھ بہتر ہوئی اور کتاب لے کر طلباء کو پڑھانے لگے، لوگوں نے روکا، طبیعت کی ناسازی کا عذر پیش کیا تو بادل نخواستہ رک گئے حافظ صدیق نوح والے بیان کرتے ہیں:

> ''ایک بار بیمار ہوئے اور جب بیماری سے صحت ہوئی تو ڈاکٹروں نے مکمل آرام کا مشورہ دیا مگر آپ اسپتال سے آتے ہی کہنے لگے کہ لڑکوں کے اسباق کا ناغہ ہو گیا ہے۔ کل ہی سے سبق شروع کرا دوں۔ آپ اس زمانے میں ریاض الصالحین پڑھاتے

تھے۔ میں نے ان کی کمزوری اور ڈاکٹروں کے منع کرنے کے مطابق ان سے عرض کیا کہ ابھی آپ کی طبیعت خراب ہے سبق شروع کرانے سے طبیعت پر اثر پڑے گا۔ اور مرض کہیں عود نہ کر آئے سبق بالکل نہ شروع کرائیے، میرے عرض کرنے سے وہ رک گئے۔"

حضرت رائے پوری سے بیعت وارادت

حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ کو مولانا محمد الیاسؒ اور شیخ الحدیث سے قلبی لگاؤ تھا۔ ان دونوں حضرات کو بھی مولانا رائے پوری سے بڑی محبت تھی اور یہ حضرات اکثر رائے پور تشریف لے جاتے۔ اور حضرت رائے پوری بھی اکثر سہارن پور اور دہلی تشریف لاتے اور ہفتوں قیام کرتے۔ ان اکابر کا اجتماع کیا ہوتا، ایمان کی بہار آجاتی، دور دور سے علماء اور مشائخ جمع ہوتے اور ان اکابر سے مستفید ہوتے، مولانا محمد یوسف کاندھلوی بھی خدمت میں حاضر ہوتے۔ حضرت رائے پوری کے قیام سہارن پور و دہلی کے دوران مولوی محمد ہارون اور مولوی محمد طلحہ ان کی خدمت کرتے۔ ان دونوں صاحبزادوں کی آنکھ کھلی تو اپنے گھر حضرت رائے پوری کو رونق افروز پایا۔ حضرت رائے پوری کو بھی ان دونوں صاحبزادوں سے بہت زیادہ انس و محبت اور لگاؤ تھا۔ حضرت رائے پوری کی عظمت ان کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی اور اپنے بزرگوں کے ساتھ رائے پور بار بار حاضر ہوتے اور اس روحانی مجلس میں بیٹھتے ایک بار رائے پور کی حاضری میں ان دونوں صاحبزادوں نے حضرت رائے پوری سے بیعت کر لی۔ بیعت خود نہیں کی حضرت رائے پوری کی توجہ اور خواہش پر اور حضرت شیخ کے حکم پر کی۔ یہ ان دونوں کی خوش قسمتی تھی کہ اکابر و مشائخ کی ان پر اتنی زیادہ نظر توجہ تھی کہ ان کے یہ محبوب بن گئے تھے یہی محبت و تعلق تھا کہ حضرت رائے

پوری نے اپنے سلسلہ میں ان کو شامل کرنے کی خودخواہش فرمائی۔

این سعادت بزور باز و نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مولوی محمد طلحہ اور مولوی محمد ہارون کی بیعت و ارادت کا واقعہ حضرت شیخ الحدیث زید مجدہ کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے، وہ فرماتے ہیں:

''اس نابکار کے ساتھ میرے سارے اکابر کو اس قدر تعلق اور محبت رہی اس کے دیکھنے والے ابھی تک بہت موجود ہیں سیدی وسندی حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالقادر صاحب تو ایسے اونچے الفاظ محبت کے فرمایا کرتے تھے کہ تجھ سے نہ جانے کیوں عشق ہوگیا، اسی وجہ سے حضرت کی بھی تشریف آوری بہت کثرت سے ہوتی تھی۔ اور یہ ناکارہ بھی کثرت سے حاضر ہوتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ یہ ناکارہ سیہ کار رائے پور حاضر ہوا۔ عزیزان ہارون، طلحہ میرے ساتھ تھے حضرت نوراللہ مرقدہٗ نے بلا کسی تحریک، تذکرے کے بیٹھے بیٹھے طلحہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔ عزیز القدر آ تجھے بیعت کرلوں، وہ مجھے دیکھنے لگا میں نے ڈانٹ کر کہا کہ دیکھنے کی کیا بات ہے، جلدی اُٹھ، غنیمت سمجھ، اس سے بہتر موقع کیا ہوگا۔ اور عزیز ہارون مرحوم کو بھی کہا تو بھی بیٹھ، اور حضرت نے دونوں کو بیعت فرمالیا اور فرمایا ذکر شغل اپنے ابا جان (حضرت شیخ الدیث) سے پوچھیو اور درود شریف کی ایک تسبیح تاکید فرمائی۔

حضرت شیخ سے تعلیم سلوک

بیعت ہونے کے بعد حضرت رائے پوری کے ارشاد و حکم کے بموجب کہ

"ذکر و شغل اپنے ابا جان حضرت شیخ الحدیث سے پوچھو" ان دونوں حضرات نے حضرت شیخ سے سلوک کی تعلیم حاصل کی اور ذکر و شغل میں مشغول ہو گئے اور ذکر کرنے والوں کے ساتھ برابر ذکر کرتے رہے حضرت شیخ نے ان دونوں پر پوری توجہ کی اور ان کی اصلاح اور تربیت کے معاملہ میں خالص نگاہ رکھی ۱۹۶۲ء میں حضرت رائے پوری کا لاہور میں وصال ہو گیا۔ اب صرف حضرت شیخ کی ذات گرامی رہ گئی۔ جس کی طرف طالبان سلوک و احسان کا رجوع عام ہوا اور یہ دونوں حضرات بھی کلی طور پر حضرت شیخ ہی کی خدمت میں رہ کر راہ سلوک طے کرنے لگے۔

عقد نکاح

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ جب عمرہ کرنے کو تشریف لے جانے لگے تو حضرت شیخ الحدیث زید مجدہٗ کو لکھا کہ میں عمرہ پر جانے والا ہوں خیال یہ ہے کہ جانے سے پہلے عزیزان ہارون و طلحہ کا نکاح ہو جاوے، حضرت شیخ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ اس زمانہ میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری کی طبیعت ناساز تھی اور سب کا خیال تھا کہ ان دونوں صاحبزادوں کا نکاح حضرت رائے پوری کی موجودگی میں ہو اس لیے سارے حضرات مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی گاڑی میں رائے پور تشریف لے گئے اور دوسرے دن ۹ بجے صبح کو حضرت رائے پوری کے حجرہ میں مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے مولوی ہارون، مولوی طلحہ اور مولوی عاقل بن حکیم ایوب صاحب کا نکاح پڑھا، مولوی عاقل صاحب کا نکاح حضرت شیخ کی صاحبزادی سے ہوا، مولوی محمد ہارون صاحب کا مولانا محمد اظہار الحسن صاحب کاندھلوی کی صاحبزادی سے اور مولوی محمد طلحہ کا نکاح صوفی افتخار الحسن صاحب کاندھلوی کی صاحبزادی سے، مولوی محمد ہارون کا نکاح ۵ ہزار روپے مہر پر، مولوی محمد طلحہ کا نکاح ڈھائی ہزار روپیہ مہر پر، مولوی عاقل کا مہر فاطمی پر ہوا۔ مولوی محمد ہارون کی اہلیہ کو

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب ۱۸/ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ مطابق ۲۳/مئی ۱۹۶۲ءکو رخصت کرا کے نظام الدین تشریف لے گئے۔

اولاد

مولوی محمد ہارون کے پانچ بچّے ہوئے، چار بچّیاں ایک بچہ۔ دو بچیوں کا تو پیدائش کے مرحلہ میں انتقال ہوگیا۔ ماشاء اللہ اس وقت تین موجود ہیں۔ جن میں ایک بچی کا نام فاطمہ ہے۔ جس کی ولادت ۲/ ربیع الثانی ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۳/اگست ۱۹۶۳ھ کو شب جمعہ میں ہوئی۔ بچہ کا نام محمد سعد ہے۔ جس کی ولادت ۸/محرم ۱۳۸۵ھ مطابق ۹/مئی ۱۹۶۵ءکو دوشنبہ کے دن کاندھلہ میں ہوئی تیسری بچی کا نام عائشہ جو تینوں میں چھوٹی ہے اور بہت ذہین و ذکی ہے اس بچی سے مولوی محمد ہارون بہت زیادہ محبت کرتے تھے کبھی کبھی لوگ کہتے کہ آپ عائشہ کی ناز برداری بہت کرتے ہیں۔ اور اپنے سب بچوں میں اس کو سب سے زیادہ چاہتے ہیں۔ تو مولوی محمد ہارون جواب دیتے، بھائی میں کیا کروں، آپ خود ہی اس کو دیکھ لیں۔ اللہ پاک نے اس کو بات کا سلیقہ عقل و دانش اس قدر دی ہے کہ میں اس سے محبت کرنے پر مجبور ہوں۔ اسی طرح اس بچی کو اپنے والد سے ایسا تعلق تھا جو بہت کم ایسا دیکھنے میں آیا ہے۔ قاری رشید خورجوی اس بچی کے تعلق اور اپنے والد سے انتہائی محبت کا ذکر کرتے ہوئے یہ واقعہ بیان کرتے ہیں۔

> ''مولوی محمد ہارون کے انتقال کے بعد عائشہ پر اتنا زیادہ اثر ہوا کہ وہ اپنی کم عمری کے باوجود اپنے والد کی قبر پر روزانہ آکر ساری سورتیں جو اس کو یاد ہوتیں پڑھ کر ثواب پہنچایا کرتی ہے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو آجاتے ہیں اور کھڑی ہو کر پڑھنے لگتی ہے۔ یہ منظر آتے جاتے بندہ نے بہت دیکھا ہے مجھے کبھی اس

کے بارے میں خوف ہو جاتا تو گود میں لے کر اپنے کمرہ میں
لا کر کچھ کھلا پلا دیتا تا کہ اس کا غم غلط ہو جائے۔

سعد سلمہٗ

سعد سلمہٗ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلویؒ کے انتقال سے ایک ماہ بعد پیدا ہوئے۔ ۸؍محرم الحرام ۱۳۸۵ھ میں سعد کی ولادت ہوئی اور ۲۹؍ ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا انتقال ہوا۔ ۱۳۹۲ھ کو مولوی محمد ہارون نے اپنے آخری حج کے دوران مولانا ابوالحسن علی ندوی سے ریاض میں اپنے صاحبزادہ سعد سلمہ کی بسم اللہ کرائی اللہ تعالیٰ سعد سلمہٗ کو علم وعمل، ایمان ویقین کی دولت سے مالا مال فرمائے اور اپنے آباء و اجداد کی مبارک امانت کا حامل بنائے اور دعوت الی اللہ کا کام اور صحت و عافیت اور زندگی میں برکت عطا فرمائے اس وقت جب کہ یہ تذکرہ زیر ترتیب ہے سعد سلمہٗ کی عمر تقریباً ۹ سال کی ہے اور وہ قرآن شریف حفظ کر رہے ہیں اور چھبیسواں پارہ زیرِ حفظ ہے اللہ تعالیٰ اس بچہ کو بھی اپنے والد اور دادا کی طرح حافظ بنائے۔ آمین



والد ماجد کی وفات سے اپنی وفات تک

۱۳۸۵ھ تا ۱۳۹۴ھ

حضرت مولانا محمد یوسفؒ کا انتقال اور مولوی محمد ہارون کا صبر و تحمل

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا انتقال ۲۹/ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ مطابق یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو لاہور میں ہوا مولوی محمد ہارون اس وقت نظام الدین دہلی میں تھے اور پروگرام کے موافق حضرت مولانا کا انتظار کر رہے تھے اس لیے کہ اسی دن حضرت مولانا کی واپسی ہونے والی تھی مگر مقدرات کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں، اچانک ان کی شدت علالت کی خبر دہلی دی گئی۔ اس خبر کی تحقیق کے لیے مولوی محمد ہارون صاحب مع اپنے رفقاء کے سہارن پور عشاء کے بعد پہنچے اور پہنچتے ہی یہ خبر ملی کہ حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کا انتقال ہوگیا ہے اور تدفین نظام الدین میں ہوگی اور ایک بجے جنازہ پہنچ جائے گا۔

مولوی محمد ہارون نے فوراً واپسی کا فیصلہ کیا اور باوجود اصرار کے کھانا بھی نہیں کھایا کہ پہنچنے میں دیر ہو جائے گی اور جنازہ کے پہنچنے کا وقت ہو جائے گا۔ جب نظام الدین پہنچے تو جنازہ آچکا تھا یہ وقت وہ تھا کہ بڑے سے بڑے مضبوط دل رکھنے والے بھی صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھتے ہیں مگر مولوی محمد ہارون ایسے روح فرسا

منظر کے وقت بھی صبر وہمت کے پہاڑ بنے ہوئے تھے ایسے موقع پر میوات کے اہل تعلق تبلیغی کام کرنے والے غم واندوہ میں ڈوبے ہوئے تھے کام کرنے والے خواص اور خود مولوی محمد ہارون کے لیے یہ غم بعض حیثیتوں سے بہت بڑھا ہوا تھا۔

حال مادر ہجر یوسف کم تراز یعقوب نیست

او پسر گم کردہ بود وما پدر گم کردہ ایم

مولوی محمد ہارون کی پہلی تقریر اور نئے امیر مولانا انعام الحسن صاحب کی اطاعت کی تلقین

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ ایک عظیم دعوت کے علمبر دار تھے اور اچانک انتقال سے اس عالمی دعوت کا بار ظاہراً مولوی محمد ہارون پر پڑنے والا تھا، لوگوں کی نگاہیں خصوصاً اہل میوات کی امیدیں اس جواں سال صاحبزادہ سے وابستہ تھیں۔ ایسے موقع پر بڑے صبر وہمت اور سکون وطمانینت کی ضرورت تھی جس کا ثبوت مولوی محمد ہارون نے دیا۔ اہل میوات بلکہ عام مجمع کے سامنے صبر وعزیمت کی باتیں کیں اور بجائے غم وافسوس کے اس کام میں لگنے کی دعوت دی جو مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کرتے تھے نیز سارے کام کرنے والوں کو متحد رہنے اور منتخب امیر کی اطاعت کرنے کی پرزور دعوت دی۔ حضرت شیخ الحدیث کی تجویز اور دوسرے علماء کی تائید وتحسین سے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو متفقہ امیر بنایا گیا تو مولوی ہارون نے اس سلسلہ میں پوری وسعت قلبی کا ثبوت دیا اور چونسٹھ کھمبے کے وسیع میدان میں ہزاروں کے مجمع میں جس میں عوام وخواص جمع تھے جو باتیں کہیں وہ ان کی عالی فطرتی، وسعت قلبی اور دعوت سے لگاؤ، بے نفسی اور اکابر سے انتہائی تعلق کا ثبوت ہیں، مولوی منیر الدین، مولوی صدیق وغیرہ جو مولوی ہارون کے استاد بھی ہیں

اور اہل میوات کے خواص میں ان کا شمار ہوتا ہے بیان کرتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے وصال کے بعد سب سے پہلی بیعت جو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہٗ العالی سے ہوئی۔ بستی حضرت نظام الدین اولیاء، چونسٹھ کھمبہ میں اہل میوات کو جمع کیا گیا، بے شمار لوگ جمع ہوئے مولانا ہارون صاحب تشریف لائے اور مختصر کلام فرمایا۔ اور کہا کہ والد مرحوم کے بعد اپنی رہبری کے لیے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو طے رکھنا ہے اور جو لوگ والد مرحوم سے منسلک تھے اپنی تجدید حضرت مولانا سے کرلیں اور جس طرح ان کے ساتھ اپنی روحانی وابستگی رکھتے تھے۔ اب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ وابستگی رکھیں اور ہماری رہبری واصلاح کے لیے جس طرح حضرت مولانا محمد الیاس صاحب مرحوم نے مولانا محمد یوسف صاحب کو مقرر فرمایا تھا بعینہٖ اسی طرح حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو بھی مامور فرمایا تھا۔ آپ لوگ حضرت کے وجود مسعود کو غنیمت سمجھیں اور بیعت حضرت ہی سے کریں"۔

مولوی محمد ہارون صاحب کے اس کلام کے بعد لوگوں نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو اپنا امیر تسلیم کرلیا اور جب حضرت مولانا اس مجمع میں آئے تو لوگوں نے چاروں طرف سے درخواست کی کہ حضرت ہم لوگوں کو جس طرح اسلاف نے گلے لگایا آپ بھی ہمیں گلے لگالیں۔ اور ہمارے سروں پر ہاتھ رکھ دیں اس کے بعد بیعت عام ہوئی۔

حضرت مولانا انعام الحسن کی جانشینی پر مولوی محمد ہارون کا مثالی کردار

مولانا انعام الحسن صاحب کی امارت کے اعلان کے بعد اور مولوی محمد ہارون

کی اس مختصر تقریر کے بعد بھی جس میں انھوں نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی اتباع اور کلی طور پر ان کی قیادت وامارت کو تسلیم کرنے پر زور دیا تھا، ایک طبقہ نے مولوی محمد ہارون کو یہ کہہ کر باور کرانے کی کوشش کی کہ امارت وقیادت صرف آپ کا حق ہے آپ ہی کے اسلاف نے میوات میں دینی انقلاب پیدا کیا، آپ کے ہی جد امجد مولانا محمد اسمٰعیل ان کے بعد مولانا محمد صاحب اور پھر آپ کے دادا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی کوششوں سے میوات میں دین متعارف ہوا۔ اور اصلاح ہوئی ایمان ویقین کی دولت سے اہل میوات مالا مال ہوئے اور دینی دعوت کو لے کر اہل میوات ملک ملک پھرے۔ آپ کے والد ماجد مولانا محمد یوسفؒ صاحب کی وجہ سے میوات کے لوگ کس بلند درجہ پر پہنچے، پورا میوات ان پر جان چھڑکتا تھا اور اب بھی اسی خاندان کو اپنا پیشوا اور محسن سمجھتا ہے، اور خود آپ سے اہل میوات اور تبلیغی کام کرنے والوں کو کتنا تعلق اور محبت ہے۔ حضرت مولانا کے بعد ہم سب کی نگاہیں آپ پر لگی ہیں۔ اور آپ ہی کو ہم اپنی امیدوں کا مرکز سمجھتے ہیں، جو لوگ میوات جا چکے ہیں اور اہل میوات سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ اہل میوات کو اس خاندان عالی مقام سے کتنا تعلق تھا اور اس شمع فروزاں پر وہ کس طرح پروانوں کی مانند گرتے تھے۔ ایسے موقع پر بڑے سے بڑا اصول پسند شخص بھی اپنی جگہ پر قائم نہیں رہ سکتا اور اس کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں۔ اور وہ خود پرستی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ مگر ایسے موقع پر مولوی محمد ہارون نے جو مثالی کردار پیش کیا اور جس عالی حوصلگی کا ثبوت دیا اور ایثار وقربانی اور بے نفسی کا مظاہرہ کیا وہ بڑے عالی ہمت اور اصحاب عزیمت کا کام ہے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب زید مجدہ ارشاد فرماتے ہیں:

> ''عزیز یوسف مرحوم کے بعد اس کے نادان دوستوں اور عوامی بھیڑ نے مولانا انعام الحسن صاحب اور اس ناکارہ کے خلاف

اسے (مولوی محمد ہارون) بہت بُری طرح بھڑکایا فتحپوری کے امام صاحب دو دفعہ وفد لے کر میرے پاس آئے کہ تو اپنے فیصلہ پر نظر ثانی کر میوات کے بہت سے دوستوں نے تحریراً اور مستقل سفر کر کے مجھے فیصلہ بدلنے پر مجبور کیا۔ جب مجھ پر یہ زور تھا تو مرحوم کو کتنا بھڑکایا گیا ہوگا۔ اور میرے علم میں بھی ہے مگر مرحوم (مولوی محمد ہارون) نے یہی کہا کہ چچا ابا (مولانا انعام الحسن صاحب) کے ہوتے میں بالکل مناسب نہیں تھا۔ یا یہ کہا کہ شیخ ابا (حضرت شیخ ا لحدیث) کا فیصلہ بہت گہرا ہے وغیرہ وغیرہ۔''

قاری رشید صاحب خور جوی جو مولوی محمد ہارون کے ساتھ بچپن سے رہے ہیں بیان کرتے ہیں:

''مختلف حضرات نے ایڑی چوٹی کا زور لگا لیا اور مختلف عنوانوں سے ان پر اس بات کو کھولا گیا کہ یہ امارت آپ کا حق ہے اگر آپ اس کو سنبھالیں تو ہم سب آپ کا ساتھ دیں گے، ہر لائن کی قربانی کرنے کو تیار ہیں لیکن وہ سب کی سن کر اس طرح ہو جاتے کہ گویا کوئی بات نہیں ہوئی بعض ان حضرات نے مجھ سے کہا کہ آپ مولوی ہارون صاحب کے بالکل قریب ہیں آپ ہمارے پیغام کو ان تک پہنچا دیں۔ بلکہ ان کو آمادہ بھی کریں چنانچہ میں بھی ان کے سامنے نقل کرتا تو وہ مجھے خاموش رہنے کا حکم دیتے ایک مرتبہ فرمانے لگے کہ میاں ان کا کیا اعتبار ہے آج یہ ساتھ دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔ کل کو بالفرض میں امیر بن گیا اور میری کوئی کمی ان کے سامنے آ گئی تو میرے ساتھ بھی ویسا ہی

کریں گے۔ جب کہ انھوں نے میرے بڑوں کو نہ چھوڑا، تو کیا وہ
مجھے بخش دیں گے۔ اس لیے قاری صاحب اپنا کام کرتے رہو،
ان کی سنتے رہو، جواب دینا تو درکنار غور بھی نہ کرو"۔

ملت کی یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ ایسے موقع پر لوگ فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں اور جماعت میں انتشار پیدا ہونے کا سبب بن جاتے ہیں۔ اور کام کو نقصان پہنچ جاتا ہے یہی اس موقع پر ہوا۔

اوپر کے اقتباسات سے معلوم ہوا ہوگا کہ مولوی محمد ہارون کے کان کس کس طرح بھرے گئے۔ اور کن کن صورتوں سے ان کو اس پر آمادہ کرنے کی کوشش کی گئی کہ وہ اپنے باپ، دادا کی گدی سنبھالیں مگر ملت کی یہ کتنی خوش نصیبی ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ ایسے جوان صالح، باہمت اور حوصلہ مند پیدا کر دیتا ہے جو مثالی کردار پیش کرتے ہیں۔ اور ملت کو تفریق سے بچا لیتے ہیں۔ مولوی ہارون نے بھی ایسے نازک موقع پر وہ مثالی کردار پیش کیا جس سے ایک بڑے فتنہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور صرف اس کردار کے پیش کرنے پر بس نہیں بلکہ علی الاعلان مولانا انعام الحسن صاحب سے پوری ہم آہنگی اور محبت و تعلق کا اظہار کیا، قاری رشید خورجوی کہتے ہیں:

"میرے نزدیک ان کی جو سب سے بڑی اور گرانقدر
قربانی ہے وہ یہ کہ اس مبارک دعوت کے عمل میں لوگ جڑے
رہیں میں انتشار کا ذریعہ نہ بنوں۔ چنانچہ وہ حضرت جی مدظلہ
(مولانا انعام الحسن صاحب) اور حضرت شیخ الحدیث دامت برکاتہم
کی منشا کو تلاش کر کے چلتے تھے۔ کوئی خانگی یا اجتماعی عمل ان
حضرات کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے تھے اپنے آپ کو بے حیثیت
بنا کر رکھا ورنہ اگر اس کا ارادہ کرتے تو خدا جانے کیا عجیب اور

پریشان کن واقعات رونما ہوتے، اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ اتنی کم عمری میں صبر واستقلال اور کسر نفسی کا ایسا نمونہ دوسری جگہ مشکل ہے۔''

مولوی ہارون نے اس پر اکتفا نہیں کی بلکہ ایسے سارے رخنے بند کر دیئے جن سے اختلاف کے رونما ہونے کی گنجائش بھی ہو سکتی تھی اور پوری جرأت اور حق گوئی سے کام لیا۔ انھوں نے اس کا بالکل خیال نہیں کیا کہ ان پر جان دینے والے اور ان سے محبت کرنے والے اس کا کیا اثر لیں گے اور ان کی توقیر و عزت پر کیا حرف آئے گا۔

میوات کے بعض اہل علم اور خواص (مولانا منیر الدین، مولانا صدیق وغیرہ) جن کو مولانا محمد یوسف اور مولوی محمد ہارون سے بڑی محبت و تعلق کا درجہ حاصل ہے۔ بیان کرتے ہیں:

''جس وقت کچھ لوگوں نے اپنی قلتِ تدبیر اور کج فہمی کی وجہ سے حقیقت واقعہ پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی اور مولانا ہارون صاحب مرحوم اور حضرت مدظلہ (مولانا انعام الحسن صاحب) کے درمیان دوئی مشہور کی اور عوام میں یہ بات چلائی گئی کو مولوی ہارون صاحب مرحوم اور حضرت جی دام مجدہٗ میں اختلاف ہے۔ مولوی ہارون صاحب کو جب اس کا علم ہوا تو بہت ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اور میوات کے متعدد مقامات پر جلسوں میں بہت وضاحت سے عوام کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص میرے اور میرے حضرت کے درمیان دوئی مشہور کرتا ہے، وہ میرا خیر خواہ ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ میرا اور میرے خاندان کا کھلا دشمن ہے''۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ اس طرح کی کشمکش پیدا کرنے والے اس کے برے اور اچھے نتیجہ سے بے خبر ہو کر یہ خطرناک کھیل کھیلتے ہیں۔ اور ان کے ذاتی مفادات و جذبات کے بھنور میں قوم وملت کی کشتی بھی پھنس کر رہ جاتی ہے۔

دریا کو اپنی موج کی طغیانیوں سے کام
کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے

مولوی محمد ہارون اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا باہمی تعلق وارتباط

مولوی محمد ہارون کو اپنے سارے اکابر اور محسنین سے بہت زیادہ تعلق تھا۔ اور وہ ان سبھوں کا بڑا احترام اور ادب کرتے تھے لیکن حضرت شیخ الحدیث کے بعد سب سے زیادہ احترام اور ادب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہٗ کا کرتے تھے۔ وہ ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتے جو ایک بیٹا اپنے شفیق باپ کے ساتھ کرتا ہے وہ حضرت مولانا کو اپنا سب سے بڑا محسن جانتے تھے، کسی وقت اور کسی کام میں بغیر ان کے مشورے اور حکم کے قدم نہیں رکھتے تھے، ہر کام ان سے پوچھ کر کرتے اور بڑی خوش دلی، انشراح اور انبساط کے ساتھ ان کا حکم بجالاتے، ان کے استاد مولوی منیر الدین میواتی اور مولوی صدیق صاحبان اپنا تاثر بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"مولانا ہارون صاحبؒ کا حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی سے وہی تعلق تھا جو ایک وفا شعار بیٹے کا اپنے شفیق باپ کے ساتھ ہوتا ہے ہر وقت اطاعت شعاری، وفاداری، مرضی واشارہ کو دیکھ کر چلنا ایسی کھلی ہوئی چیزیں ہیں جو ہر سفر وحضر میں ہمہ وقت عیاناً دیکھی جاتی تھیں۔ اور ہر ذی شعور اچھی طرح ان

باتوں سے واقف ہے۔ مولانا ہارون صاحبؒ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کی خدمت اور راحت رسانی میں ہر وقت مصروف کار رہتے تھے۔ سفر میں جس مقام پر پہنچتے، قیام گاہ کو دیکھنا، بستر وغیرہ ضروریات کا ملاحظہ کرنا، اگر کوئی چیز نہ ہوتی تو اس کا انتظام کرنا۔ اگر ملاقات اور مصافحہ کرنے والے آرام میں خلل انداز ہوتے تو مولانا نہایت خوش اسلوبی سے دوسرے وقت پر محمول فرمادیتے تا کہ حضرت آرام فرما سکیں، تعظیم وتوقیر اس درجہ تھی کہ اگر ایک جگہ آرام کرنے کا موقع ہوتا تو اپنی چار پائی حضرت کی چار پائی کے برابر نہیں بچھاتے تھے۔ اکثر پیروں کی طرف آرام کیا کرتے تھے۔ مولانا ہارون صاحب مولانا مدظلہ کو اپنے والد بزرگوار کی جگہ جانتے تھے اور ان کے احسانات کو اپنے الفاظ میں اس طرح بیان کرتے تھے:

''جس وقت والد صاحب کا انتقال ہوا تو حضرت مدظلہ نے ہمارا اور بچوں کا خیال اپنے بچوں سے کہیں زیادہ فرمایا۔ والد ماجد کے وصال کے بعد کتنے ہزار روپے کا قرضہ تھا۔ جو حضرت نے ہی اپنے پاس سے ادا فرمایا اور مجھے اس کا علم بھی نہیں ہونے دیا کہ کہاں سے آیا اور کس کو دیا نیز والد صاحب کی تصنیف حیات الصحابہ کی زکوٰۃ بھی ہزاروں روپے کی مقدار حضرت مدظلہ نے ہی ادا فرمائی۔ اس کے علاوہ کتنے ہی احسانات ہیں۔ جن کا شمار مشکل ہے وہ میرے اوپر ہیں، میں کسی بھی طرح ان کی مکافات اور بدلہ نہیں دے سکتا، اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ کو ہمارے سروں پر قائم

ودائم رکھیں آمین۔''

مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی جو شروع سے حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے ساتھ رہے اور ان کے بعد حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کی خدمت میں رہے بیان کرتے ہیں:

''مولوی محمد ہارون حضرت جی موجود (مولانا انعام الحسن صاحب) کو ہمیشہ چچا ابا کہتے، عموماً سفر وحضر میں ان کی اجازت کے بغیر کوئی کام نہیں کرتے تھے۔''

یہ تاثر سارے رفقاء اور قریب رہنے والوں کا تھا۔ اس پر سارے حضرات کا اتفاق ہے کہ مولوی محمد ہارون حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہٗ کی خدمت واطاعت میں اور ان سے تعلق ومحبت میں امتیازی شان رکھتے تھے۔

''مولوی محمد ہارون حضرت جی کا بہت زیادہ ادب کرتے تھے اور اکثر ان کی اجازت سے کرتے تھے، مہمانوں کا استقبال ان کی دیکھ بھال اور کھانے کے وقت کی نگرانی، نمازوں کی امامت کبھی کبھی کارگزاری، اور روزانہ کے کاموں کا روزانہ مشورہ حضرت مولانا کے حکم واشارہ اور خواہش پر بحسن وخوبی انجام دیتے۔''

مولوی محمد ہارون کا حضرت مولانا انعام الحسن صاحب سے تعلق اور محبت اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

''مجمع کے درمیان جو لوگ مولوی ہارون مرحوم سے مصافحہ کی ابتدا کرنا چاہتے تو مولوی ہارون ہاتھ کھینچ لیتے کہ چچا ابا مولانا انعام الحسن صاحب سے ابتدا کرو۔''

قاری رشید خورجوی جو مولوی محمد ہارون کے قریب ترین رفقاء اور دوستوں

میں ہیں بیان کرتے ہیں۔

''مولوی محمد ہارون صاحب حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمراہ سفر کرنے کا بہت ہی فکر رکھتے تھے۔ سفر میں احباب کو جوڑ کر رکھنا اور حضرت جی مدظلہ کی ایماواشارہ پر سفر کے نظام کو مرتب کرنا بہت اچھا جانتے تھے۔''

مولوی محمد شمیم صاحب مکی اپنے مکتوب میں مولوی محمد ہارون کے اس ایثار، خدمت اور محبت کے متعلق اپنا تاثر اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''عزیز مرحوم کی ایک بے حد قابل قدر خوبی جو ہزار عبادتوں اور مجاہدوں پر بھاری ہے اور جس پر سب ہی متفق ہیں اور جس نے بہت سے فتنوں کا سدباب کر دیا وہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ کے ساتھ اس کی انتہائی سعادت مندی خوردروی اور خدمت گزاری کی صفت ہے۔ یہاں تینوں اسفار میں ان کے آرام وراحت کا خیال رکھنا، ضروریات کی نگرانی، ان کے پان صبح وشام خود لگانا، ڈبیہ تیار کرنی، بٹوہ میں چھالیہ، تمباکو کا خیال رکھنا اور سفر وحضر میں ہر کام ان کی اطلاع اور مشورہ سے کرنا، یہاں مدرسہ صولتیہ میں ایک بار چند افریقی حجاج جو پہلی دفعہ حضرت جی سے متعارف ہوئے تھے اور آنے جانے لگے تھے ایک دن ہارون کو دور سے دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ اولاد ہو تو ایسی ہو، دیکھو یہ حضرت جی کے لڑکے ہیں اپنے ابا کی کتنی خدمت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے صاحب کہنے لگے کہ ارے حضرت جی کا بیٹا ایسا نہیں ہوگا تو اور کس کا ہوگا۔ نکتہ یہ ہے کہ ناواقف

لوگ ہارون مرحوم کو حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا حقیقی بیٹا تصور کرتے تھے۔ اور حضرت مولانا نے بھی عزیز ہارون مرحوم کو جس طرح اپنے دل وجان سے لگا رکھا تھا وہ بھی کسی شرح ودلیل کا محتاج نہیں ہر جگہ اپنے ساتھ بلکہ اپنے سے مقدم رکھتے تھے۔ ایک دفعہ تو میں وفورِ جذبات سے بے قابو ہو گیا۔

شب جمعہ کو ہفتہ واری اجتماع میں حیات الصحابہ سنانے کی خدمت اس ناکارہ کے ذمہ ہے۔اس کے بعد دعا کے لیے کھڑا کر دیا، اس کے یہ الفاظ دعا میں آج تک لوح قلب پر نقش ہیں۔

اے اللہ ہمارے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کو صحت وعافیت کے ساتھ ہمارے سروں پر قائم رکھ، امت کو ان کے ہاتھ پر مجتمع فرما اور ان کی برکات سے ہم سب کو مالا مال فرما۔

"پاک نفسی کا یہ عالم، نیک نیتی کا جذبہ، خلوص کی یہ سعادت اور زہد کا یہ مقام بڑے بڑے بزرگوں کو بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ خود حضرت شیخ نے والد صاحب قبلہ سے اور مجھ سے فرمایا، ہارون کی ایک بات کی تو میرے دل میں بڑی قدر ہے اور واقعی اس کا ممنون احسان ہوں کہ مولانا یوسفؒ صاحب کے بعد لوگوں نے اس کو بھڑکانا چاہا تو اس نے یہی جواب دیا کہ حضرت شیخ نے جو کر دیا ہے وہی ٹھیک ہے اور مجھے منظور ہے اور میں تو ہمیشہ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس سعادتمندی کی اعلیٰ ترین جزا عطا فرمائے کہ وہ پوری امت کو اس زمانہ میں جوڑ اور اتفاق کا ایسا سبق دے گیا جو وہم گمان میں بھی نہیں تھا اور کسی دوسرے سے بالکل ناممکن، اس کی ساری عمر

کی نیکیاں اور غلطیاں ایک طرف اور ہم سب پر اس کا یہ احسان عظیم ایک طرف۔"

ان ساری روایات اور تاثرات میں سب سے زیادہ وزنی اور قیمتی روایت اور تاثر خود حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کا ہے جو انھوں نے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب زیدت معالیہ سے بیان کیا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

"مرحوم میں جرأت اور نظم کی صلاحیت بہت تھی۔ مولوی انعام صاحب سلمہ ہر سفر کے بعد کہا کرتے تھے اور انتقال کے بعد بھی کئی دفعہ کہا کہ سفر میں ہارون سے جتنی راحت مجھے پہنچتی تھی اتنی کسی سے نہیں پہنچی، میری راحت و آرام، خورد و نوش کا بہت ہی فکر رکھتا تھا۔"

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کا بیان ہے کہ سیلون کے سفر کے بعد جو مولوی ہارون کی زندگی کا آخری تبلیغی سفر تھا مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ نے مجھ سے فرمایا:

"اس سفر میں ہارون سے مجھ کو بڑی راحت ملی۔ انھوں نے میری بڑی خدمت کی۔"

یہ تعلق اور ادب و لحاظ صرف یک طرفہ نہ تھا بلکہ مولانا انعام الحسن صاحب کو بھی مولوی محمد ہارون سے اتنی محبت و تعلق تھا جو باپ کے علاوہ کسی اور کو کسی سے نہیں ہوتا۔ اور اس محبت و تعلق کا اظہار صبح و شام ہوتا، دیکھنے والے ہر وقت اس محبت و تعلق کو محسوس کرتے، مولوی منیر الدین صاحب اور میوات کے دوسرے خواص اپنا تأثر اس طرح بیان کرتے ہیں:

"حضرت مولانا انعام الحسن صاحب دام مجدہٗ کو مولوی ہارون صاحب مرحوم پر جو شفقت و عنایت تھی شاید اس کی نظیر کسی

دوسری جگہ آسانی سے نہیں مل سکتی، اپنا بچہ اور چھوٹا اپنا شاگرد اور زیر تربیت ہونے کے باوجود مولوی محمد ہارون کی ہروقت اور ہر موقع پر رعایت فرماتے تھے۔ سفر ہو یا حضر ہر جگہ اپنے ہمراہ رکھتے تھے۔ ہند و بیرون ہند کوئی سفر ہی شاید ایسا ہو جس میں ان کو اپنے ساتھ نہ رکھا ہو، کھانے پینے، چائے ناشتے میں بھی یہاں تک رعایت فرماتے تھے کہ مولوی ہارون کے بغیر کھانا تناول نہیں فرماتے۔ کتنی مرتبہ مشاہدہ کیا گیا کہ کھانا چن دیا گیا سب ساتھی موجود ہیں مگر کھانا شروع نہیں فرمایا۔ جب تک مولوی ہارون صاحب نہیں آ گئے۔ آنے کے بعد اپنے برابر بٹھاتے، پھر کھانا شروع فرماتے۔ مولوی ہارون صاحب کے کھانے پینے، آرام وراحت کا ہروقت بہت دھیان فرماتے تھے۔ ان تمام ظاہری مراعات کے ساتھ ان کی روحانی تربیت کا ہروقت خیال فرمایا کرتے تھے۔''

اہل میوات سے محبت و تعلق اور ان میں ان کی محبوبیت و مقبولیت

اہل میوات کو مولوی محمد ہارون سے کئی وجوہ سے بڑی محبت اور تعلق تھا یہ محبت و تعلق ان کے جد امجد مولانا محمد اسمٰعیل، مولانا محمد کاندھلویؒ (مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ کے بڑے بھائی) اور پھر حضرت مولانا الیاس اور آخر میں حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے وقت میں بڑھا اور روز افزوں تھا۔ ان بزرگوں نے میوات میں جو دینی کام کیا تھا اور ان کی اصلاح اور ان میں دینی زندگی اور تعلیم کو عام کرنے کی مسلسل کوششیں کی تھیں اور ان کے جو نتائج ہوئے تھے ان کی وجہ سے پورا میوات ان بزرگوں کے احسانات کی وجہ سے ان کے ممنون تھے اور یہ ممنونیت بڑھتے بڑھتے محبت بلکہ عشق تک پہنچ گئی تھی ان میں ایسی وارفتگی پیدا ہوگئی تھی جس کی بنا پر اہل میوات

اس خاندان پر جان چھڑکنے لگے تھے۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے بعد مولوی محمد ہارون اہل میوات کے لئے ایسے ہوگئے تھے جیسے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب۔ ان سے ان کی امیدیں وابستہ ہوگئیں وہ ان کو حضرت مولاناؒ کے مقام پر لانا چاہتے تھے۔ میوات کے اہل الرائے اور اہل علم کا بیان ہے:

''اہل میوات پر اس سلسلہ عالیہ الیاسیہ کے ہر ہر فرد کی شفقت ومحبت اور ہمدردی وخیر خواہی اتنی ظاہر وباہر ہے جو محتاج بیان نہیں پچاس سالہ دعوت وتبلیغ کی مسلسل محنت اس کی شاہد ہے۔ حضرت مولانا محمد ہارون صاحب کی پرورش بود وباش۔ میوات کے طلبہ ومقیمین میں ہی ہوئی۔ یہاں تک کہ زبان اور عادات بھی بہت حد تک اہل میوات کے مشابہ تھیں۔ اہل میوات سے گفتگو اور تقریر میں خالص میواتی زبان اور ان کے محاورے استعمال فرمایا کرتے تھے اور اس کے باوجود اپنی آبائی میراث سے تعلق احاطۂ بیان اور ضبط تحریر سے باہر ہے جس طرح ان کے اسلاف میوات کو اس عمل کا اہل اور اولین میدان خیال فرماتے تھے۔ حضرت مولانا محمد ہارون صاحب بھی ٹھیک اسی طرح میوات اور اہل میوات کی نگرانی اور اس حدیقۂ اسلاف کی آبیاری کو اپنا اولین فرض جانتے تھے۔

حضرت مولانا ہارون کے آخری سفر حجاز کے موقع پر اہل میوات کا ایک بے پناہ اجتماع بستی حضرت نظام الدین میں ہوا۔ حضرت مولانا محمد ہارون صاحب جس دن روانہ ہورہے تھے۔ تو خصوصیت سے اہل میوات کو مسجد کے بالائی حصے میں جمع کیا اور

جدائی کے وقت ایک نہایت پراثر تقریر فرمائی جس سے پورا مجمع زاروقطار رورہا تھا اور حضرت مولانا بھی ہچکیاں مار کے رورہے تھے۔ اس کیفیت کے آخر میں ایک شخص نے درخواست کی کہ آپ ہمیں حرمین شریف اور دوسرے مقدس مقامات میں دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فرمایا! اگر میں تم لوگوں کے لیے دعا نہیں کروں گا تو پھر کس کے لیے کروں گا۔ میں تم کو اپنی دعاؤں میں سب سے پہلے یاد کروں گا۔ بعد میں اور لوگوں کے لئے دعا کروں گا تم میرے باپ دادا کی کھیتی ہو تمہاری محبت میرے دل میں سمائی ہوئی ہے۔

اس قسم کے سیکڑوں واقعات ہیں جو حضرت مولانا محمد ہارون صاحب کی زندگی میں اہل میوات کے ساتھ پیش آئے۔ اہل میوات حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا محمد ہارون صاحب کو جن محبت آمیز اور پرامید نگاہوں سے دیکھتے تھے اس کا تعلق مشاہدے سے تھا اور جس کی کیفیت احاطۂ تحریر سے باہر ہے اس کے باوجود اہل میوات حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہٗ کو اپنا روحانی پیشوا اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا صحیح جانشین یقین کرتے ہیں۔

دعوتی مشاغل اور سفر

مولوی محمد ہارون شروع ہی سے تبلیغی کاموں میں حصہ لیتے تھے اور اپنے والد ماجد کے ساتھ تبلیغی سفروں اور دوروں میں جاتے تھے اور بعض ذمہ داریاں بھی ان کے سپرد تھیں لیکن حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے انتقال کے بعد جب حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہٗ کے دامن شفقت و تربیت میں آئے تو

حضرت مولانا موصوف زید مجدہٗ نے ان کے ذمہ کئی کام کیے۔ اولاً تین ذمہ داریاں ان کے سپرد ہوئیں (۱) مغرب کے بعد کی دعا (۲) مسجد کی امامت (۳) جمعہ کی خطابت۔ ان تینوں ذمہ داریوں کو مولوی محمد ہارون نے بخوبی نبا ہا پورے جوش وخروش اور ذوق وشوق سے دعا کراتے، امامت کرتے اور جمعہ کا خطبہ دیتے اور نماز پڑھاتے۔ ان تینوں کاموں میں اپنے والد ماجد کے قدم بقدم تھے اور انھیں کی آواز، لہجہ، جوش اور ذوق وکیفیت پائی تھی سب سے پہلا جمعہ جو انھوں نے پڑھایا وہ ۶/ذی قعدہ ۱۳۸۴ھ کا ہے اس وقت ان کی عمر ۲۵ سال کی تھی، اس لحاظ سے یہ جمعہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی زندگی میں پڑھایا۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب حج میں تشریف لے گئے تھے مولانا انعام الحسن صاحب ان کے ابتدائی بیان اور خطبۂ جمعہ کے متعلق حضرت شیخ کو تحریر فرماتے ہیں:

"عزیز ہارون ایک وقت شام کو مغرب کے بعد بیان کرنے لگے ہیں اب کے جمعہ بھی ساری عمر میں پہلی مرتبہ پڑھایا۔"

تبلیغی سفروں کی ابتدا میوات سے کی اور سب سے پہلی تقریر بھی میوات میں کی اس کے بعد تقریروں کا تسلسل قائم ہوگیا۔ میوات کے بعد دوآبہ کے علاقوں کا کئی بار دورہ کیا اور جماعتوں کو لے کر گئے۔ تبلیغی اجتماعات منعقد کیے اور ان میں تقریریں کیں، یوپی میں لکھنؤ کئی بار تشریف لائے، حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے ہمراہ بھی اور پھر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمراہ تو ہر بار آئے۔ یوپی کے علاوہ، بھوپال، کلکتہ، مگراہاٹ، بہار کے علاقوں اور گجرات کے اجتماعات اور دوروں میں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زید مجدہٗ اور دوسرے اہل مرکز اور کام کرنے والے خواص کے ساتھ سفر کیے انتقال سے پہلے حیدرآباد کا سفر کیا اور اجتماع میں شرکت کی۔

بیرون ہند کے ممالک میں پاکستان، حجاز، برما، تھائی لینڈ، ملیشیا، سنگاپور، بنگلہ دیش اور سیلون کا سفر کیا پاکستان کے دو سفر کئے ایک بار حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمراہ، دوسری بار اہل وعیال کے ساتھ جو تنہا حضرت شیخ الحدیث کے حکم پر کیا۔ اہل مرکز تنہا سفر کے مؤید نہ تھے مگر حضرت شیخ نے حکماً اس لیے تنہا سفر کرایا تاکہ تربیت فرمائیں اس کے متعلق گذشتہ اوراق میں آپ ''حضرت شیخ کی تربیت کے انداز'' کے عنوان کے تحت پڑھ چکے ہیں۔

ہر سفر میں عموماً ایک دو تقریریں کیا کرتے تھے تقریر نہایت پر جوش اور یقین افروز کرتے تھے۔

دعا میں جوش وانہماک

دعا کرتے وقت مولوی محمد ہارون کو جوش اور استغراق اپنے والد ماجد کے ورثہ میں ملا تھا وہ دعا میں بالکل کھو جاتے اور آپے میں نہ رہتے حضرت شیخ الحدیث مدظلہ فرماتے ہیں:

> ''مرحوم کا دعا میں بہت زور پیدا ہو گیا تھا نظام الدین کے قیام میں وہ بسا اوقات دعا میں بے قابو ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے مجھے آدمی بھیج کر اس کو رکوانا پڑتا تھا۔''

دعا کرتے کرتے ان کو دعا میں ملکہ حاصل ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا میں قبولیت رکھ دی تھی، وہ خود کہا کرتے تھے:

> ''اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے میری اکثر دعائیں میری منشا کے مطابق قبول ہو جاتی ہیں بس میں کچھ بھی نہیں ہوں میرے باپ دادا کے طفیل میں اللہ پاک میری لاج رکھا کرتے ہیں''۔

میاں جی عیسیٰ اپنا تأثر بیان کرتے ہیں

''بارہا اس کا تجربہ ہوا جب کبھی میوات میں بارش کی کمی ہوئی مرحوم سے دعا کی درخواست کی، آپ نے دعا فرمائی اور بارش ہوگئی جب سیلاب آنے لگے تو بارش بند ہونے کی دعا کی درخواست کی گئی تو آپ کی دعا سے بارش رک گئی۔ اور بھی مواقع پر آپ کی دعا کی قبولیت کے آثار پائے گئے''۔

حاجی یعقوب صاحب بمبئی والے جو تبلیغی تحریک کے ایک اہم رکن ہیں اور بستی نظام الدین برابر آتے جاتے ہیں، مولوی محمد ہارون صاحب کی دعا کے متعلق اپنا تأثر اس طرح بیان کرتے ہیں:

''موصوف محترم سے شرف نیاز حج بیت اللہ کے موقع پر بمبئی تشریف آوری پر حاصل ہوا کرتا تھا وہ بھی دو تین روز یا چند گھنٹے البتہ احقر نے تبلیغی مرکز نظام الدین میں حاضری پر ضرور محسوس کیا کہ صاحبزادۂ محترم جب کہ بعد مغرب سورۂ یٰسین شریف کے ختم پر جس تضرع اور آہ وزاری سے طویل دعا فرماتے تو سنگ دل بھی اشکبار ہو جاتا تھا۔ اور دعا کا لب ولہجہ موصوف کو اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا یوسف صاحبؒ سے وراثتاً ملا تھا۔ اور واقعتاً مولانا محمد یوسف صاحبؒ کی یاد تازہ کرا دیتا تھا ایک بات طویل دعا پر یاد آئی، وہ یہ کہ کسی نے حضرت مخدوم رائے پوری قدس سرہٗ سے مولانا محمد یوسفؒ کی شکایت کی کہ کس قدر خلاف مسنون طویل دعا کرتے ہیں۔ حضرت رائے پوری نے جواباً فرمایا کہ میں محض مولوی یوسفؒ کی دعا کی خاطر نظام الدین آتا ہوں۔''

حجاز کے سفر میں اکثر تقریر کرتے اور دعا کراتے، آخری سفر حج میں کئی بار

مسجد نور میں ان کی تقریر ہوئی، بالخصوص ہفتہ واری اجتماع میں اردو حلقہ میں تقریر کرتے تھے۔ ان کی تقریروں، دعاؤں اور دوسرے قیمتی مشوروں سے بڑا فائدہ پہنچتا تھا۔ آخری سفر حج میں عشا بعد تبلیغی مشورہ میں بیٹھنے کا معمول بن گیا تھا جو روانگی تک برابر جاری رہا۔ مشورہ میں امیر کی حیثیت سے ہوتے اور بڑی دلچسپی سے وہاں کے مقامی کام میں مشورے دیتے، اور فیصلہ کرتے اسی طرح آخری حج میں مدرسہ صولتیہ میں مستورات کے اجتماع میں تقریر کی اس تقریر کو ریکارڈ کرلیا گیا تھا۔ وہ تقریر اس کتاب کے آخر میں نقل کی جارہی ہے۔

حج

مولوی محمد ہارون نے اپنی ۳۵ سالہ زندگی میں چھ بار حج کیے سوائے آخری حج کے ہر حج اپنے بزرگوں اور اکابر کے ساتھ کیا، سب سے پہلا حج چودہ سال کی عمر میں، والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ کے ساتھ، دوسرا حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ، اور تیسرا مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ، چوتھا حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمراہ، پانچواں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ، اور آخری چھٹا تنہا اپنے اہل وعیال کو لے کر جس میں مولوی محمد طلحہ صاحبزادۂ حضرت شیخ ساتھ تھے ایک خیال کے مطابق مولوی صاحب نے سات حج کیے۔ اس لئے کہ خود انھوں نے اپنے آخری حج کے دوران اپنے ایک رفیق سے کہا تھا کہ "یہ میرا ساتواں حج ہے" لیکن ساتویں حج کی تفصیل نہیں معلوم ہوسکی ہے اس لیے صرف چھ حجوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پہلا حج

مولوی محمد ہارون نے پہلا حج اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف

کاندھلویؒ کے ساتھ ۱۹۵۴ء میں کیا تھا۔ اس حج میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے ان کی تربیت کا کام بھی کیا اور خدمت خلق کا جذبہ بھی پیدا کیا، مولوی محمد شمیم مکی اس حج کی قدرے تفصیل لکھتے ہیں۔

''سب سے پہلے غالباً ۱۹۵۴ء میں جب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب مستورات واعزہ کے بڑے قافلہ کے ساتھ حج کے لیے تشریف لائے تو عزیز ہارون مرحوم کی عمر چودہ پندرہ سال ہوگی اس وقت میں نے دیکھا کہ حضرت جیؒ نے ان کے سپرد مستورات کا طواف۔ رفقاء کی خدمت، گھر کا کام اور جن مستورات کے ساتھ شیر خوار یا نوعمر بچے تھے ان کی اس وقت دیکھ بھال اور بہلا کر روکنا، جب مستورات طواف کے لئے جاتی ہوں۔ میرے خیال میں یہ بہت بڑی خدمت تھی اور حضرت جیؒ خود اس کی نگرانی فرماتے تھے اور جو وقت بچتا اس میں حرم پاک میں کعبۂ معظّمہ کے سامنے کسی تبلیغی بھائی کے ساتھ حفظ قرآن کا دور وتکرار دھندلا سا یہ منظر بھی لوح ذہن پر محفوظ ہے کہ ایک بار شام کی چائے پیتے ہوئے۔''

حضرت مولانا یوسفؒ نے فرمایا کہ:

......''ارے ہارون ابھی تو تو کسی قابل نہیں ہے مکہ کی دعا میں بھی ایک لاکھ کی تاثیر ہے اس سفر میں خدمت ہی کر لے ممکن ہے کسی کا دل خوش ہو جائے اور اس کی دعا پر اللہ بھی خوش ہو کر تجھے نواز دیں......'' اور اب بیس سال بعد نگاہوں میں چودہ سالہ نوعمر ہارون میاں کی خدمت کے مناظر گھوم رہے ہیں کہ مغرب کے بعد

ایک روز میں حرم پاک حاضر ہوا تو باب العمرہ کے دالان میں ڈیڑھ دو سال سے لے کر چار چھ سال تک کے اپنے اور دوسروں کے چھ سات بچے میاں ہارون کی نگرانی میں جن کی مائیں طواف کرنے گئی ہوئی تھیں۔ کوئی رو رہا ہے، کوئی اماں اماں کہہ کر چیخ رہا، کسی کی ناک بہہ رہی ہے اور میاں ہارون مختلف طریقوں سے ان کے بہلانے اور چپ کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ بڑا دلچسپ منظر تھا جس میں عزیز ہارون کا پتلا حال دیکھ کر مجھے بھی شریک ہونا پڑا، نوعمری میں یہ کس قدر بڑی خدمت تھی کہ مستورات بچوں کے ساتھ اژدھام میں طواف نہیں کر سکتی تھیں اور عزیز مرحوم کی بدولت ان کو سکون واطمینان کے ساتھ یہ موقع مل جاتا تھا۔ یہ تقریباً روزانہ ہی کا معمول تھا"۔

دوسرا حج

حضرت مولانا محمد یوسفؒ نے بھی جتنے حج کئے تھے وہ اپنے بزرگوں اور اکابر کے ہمراہ کئے۔ پہلا حضرت مولانا محمد الیاسؒ کے ہمراہ، دوسرا حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ساتھ اور تیسرا جو ان کی زندگی کا آخری حج تھا۔ وہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کی ہمرکابی میں کیا۔ یہ حج ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۹۶۴ء کا جس کے ایک سال بعد مولانا کا انتقال ہوگیا۔ اسی حج میں مولوی ہارون اپنے ان دونوں اکابر کے ساتھ شریک ہوئے، اس میں حضرت شیخ اور مولانا محمد یوسفؒ کے علاوہ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اور دوسرے خواص، اہل تبلیغ اور اصحاب شوریٰ بھی تھے۔ حضرت شیخ، مولانا محمد یوسفؒ مولانا انعام الحسن نیز دوسرے خواص ہوائی جہاز سے حجاز گئے اور مولوی ہارون، حافظ صدیق سہارن پوری مولوی محمد الیاس

کیرانوی مرحوم اور حضرت شیخ کے خادم ابوالحسن پانی کے جہاز سے پہلے ہی روانہ ہو گئے تھے ان کے ہمراہ بڑی تعداد میں تبلیغی جماعت کے افراد تھے۔

یہ حضرات جدہ ۱۳/ذی قعدہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۸/مارچ ۱۹۶۴ء پہنچے اس کے دوسرے دن حضرت شیخ اور مولانا محمد یوسفؒ وغیرہ ہوائی جہاز سے جدہ ایر پورٹ پہنچے، مولوی محمد ہارون ان حضرات کو لینے ہوائی اڈے پر موجود تھے اس زمانہ میں حاجی ارشد صاحب جو تبلیغ کے اہم رکن تھے جن کی کوششوں سے امریکہ اور جاپان میں تبلیغ کا کام ہوا تھا، جدہ میں مقیم تھے اور آٹومیٹک ٹیلی فون کے چیف انجینیر تھے، وہ اپنی کار لے کر ان بزرگوں کو لینے ایر پورٹ پر موجود تھے۔ دوسری کار مولوی محمد شمیم صاحب مکی جو مولانا محمد سلیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے صاحبزادہ ہیں، کی تھی حاجی ارشد صاحب کی کار پر حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ اور مولوی محمد شمیم صاحب کی کار میں حضرت شیخ مولانا انعام الحسن صاحب، اور مولوی محمد ہارون صاحب، حاجی ارشد صاحب کے مکان گئے اور کچھ ٹھہر کر مکہ مکرمہ مدرسہ صولتیہ میں منتقل ہو گئے اور دو مختلف کمروں میں قیام کیا۔ وہ دیوان جس میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کا قیام رہ چکا تھا حضرت شیخ مع اپنے بعض خدام کے ٹھہرے، دوسرے کمرہ میں حضرت مولانا محمد یوسف، مولانا انعام الحسن اور مولوی محمد ہارون کا قیام ہوا۔

مکہ مکرمہ میں ایک ماہ ۱۴ دن قیام رہا، مولانا محمد یوسف صاحب کی وجہ سے مدرسہ صولتیہ میں حرم میں اور مختلف مقامات پر صبح شام اجتماعات ہوتے حضرت شیخ کی مبارک مجلسیں ہوتیں اور مولوی محمد ہارون ان ساری مجالس اور اجتماعات میں شرکت کرتے، ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۹/مئی ۱۹۶۴ھ کو یہ مبارک قافلہ مدینہ منورہ روانہ ہوا۔ راستہ میں بدر کے مشاہد و مزارات کی زیارت کرتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ منورہ میں مدرسہ شرعیہ میں قیام کیا ایک ماہ ۳ دن قیام کر کے ۱۳/جون ۱۹۶۴ء کو پھر مکہ مکرمہ

واپس ہوئے۔ اور سات دن قیام کر کے طائف گئے۔ وہاں دو دن قیام کیا اور دونوں دن تبلیغی اجتماعات منعقد ہوتے رہے۔ وہاں سے مکہ مکرمہ واپسی ہوئی اور پھر ہندستان۔

تیسرا حج

مولوی محمد ہارون نے تیسرا حج ۱۳۸۶ھ مطابق ۱۹۶۷ء کو حضرت شیخ الحدیث اور مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمراہ کیا یکم اپریل ۱۹۶۵ء کو حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کا انتقال ہو چکا تھا اس لئے حجاز میں کام کی اہمیت کے پیش نظر مولانا انعام الحسن صاحب جو مولانا محمد یوسف صاحب کے بعد امیر مقرر ہوئے تھے ان کی بار بار حاضری ضروری تھی اس لئے مولانا انعام الحسن صاحب مصر تھے کہ جماعتوں کی برابر آمد و رفت رہے اور اس سفر میں حضرت شیخ بھی تشریف لے چلیں۔

۱۰ ر ذی قعدہ ۱۳۶۸ھ کو حضرت شیخ مولانا انعام الحسن کاندھلوی، مولوی محمد ہارون ہوائی جہاز سے روانہ ہوئے بمبئی میں یہ حضرات حضرت شاہ وصی اللہ صاحب (خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ) سے ملنے تشریف لے گئے دو دن بمبئی میں قیام رہا۔ ۱۲ ر ذی قعدہ مطابق ۲۳ فروری بروز جمعرات ہوائی جہاز سے روانہ ہوئے ۴۵ منٹ کراچی میں، ۵۰ منٹ ظہران میں اور آدھ گھنٹہ ریاض میں ٹھہرنا ہوا، ہوائی جہاز ظہر کے وقت جدہ ایرپورٹ پہنچا۔ کسٹم پر مولانا انعام الحسن صاحب مولوی محمد ہارون رہے اور سارے کاموں سے فارغ ہو کر حضرت شیخ کے ہمراہ سفیر ہندوستان مدحت کامل قدوائی کے یہاں قیام کیا پھر مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔ اور حج کے اختتام تک وہیں قیام کیا۔

۲۱ ر ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ کو جدہ میں اجتماعات کرتے ہوئے مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ ظہر کے وقت بدر پہنچے، شب کو قیام کیا دوسرے دن مدینہ منورہ پہنچے، مدینہ منورہ میں بیس روز قیام کر کے ۱۱ ر محرم ۱۳۸۷ھ کو ملک عبدالحق کی گاڑی میں بیٹھ کر

بعد مغرب جدہ اور پھر مکہ مکرمہ گئے۔ ۲۶/اپریل کو مکہ مکرمہ سے جدہ اور پھر کراچی ہوتے ہوئے ہندستان واپس ہوئے۔

مکہ مکرمہ کے قیام میں مولوی محمد ہارون کا پروگرام یہ تھا، صبح کو چائے وغیرہ پی کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوجاتے، شریک مجلس رہتے، پھر مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ حرم جاتے اور وہاں کے مختلف تبلیغی حلقوں میں اور اجتماعات میں شرکت کرتے، ساڑھے گیارہ بجے سے ڈھائی بجے تک حرم میں رہتے۔ پھر اپنی قیام گاہ آجاتے۔

چوتھا حج

مولوی محمد ہارون نے چوتھا حج مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمراہ کیا اس مرتبہ حضرت شیخ کا حج میں جانے کا ارادہ نہ تھا۔ اس لئے مولانا انعام الحسن صاحب اور مولوی محمد ہارون حضرت شیخ سے ملنے سہارن پور گئے۔ وہاں دارالحدیث کے افتتاح کے موقع پر حضرت شیخ نے زبانی بخاری شریف کی پہلی حدیث پڑھی اس سے فراغت کے بعد یہ دونوں حضرات نظام الدین واپس آ گئے۔

۱۳ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ مطابق یکم فروری ۱۹۶۹ء کو ہوائی جہاز سے بمبئی گئے جہاں حاجی دوست محمد صاحب کے یہاں قیام کیا اور دوسرے دن شہر میں منتقل ہوگئے بمبئی میں ان کے آنے پر بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات ہوئے۔

بمبئی سے روانہ ہوکر کراچی ڈیڑھ گھنٹہ قیام کیا ظہر پڑھ کر کراچی سے روانہ ہوئے عصر ریاض میں اور مغرب جدہ کے ایرپورٹ پر پڑھی۔ اور سفیر صاحب کے گھر ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ گئے۔ محمد سعید رحمت اللہ عرف سعدی صاحب[1] کے یہاں

(۱) محمد سعید سعدی مولانا محمد سلیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ کے بھتیجے اور حکیم محمد نعیم مرحوم کے بیٹے اور حضرت شیخ کے نہایت عزیز اور معتمد تھے جو محکمہ عدل میں کاتب اسلامی (رجسٹرار) تھے ان کی شادی مولوی مصباح الحسن صاحب (مرحوم) کی بیٹی سے ہوئی تھی ۴/ربیع الآخر ۱۴۰۹ھ (۱۱/نومبر ۱۹۸۸ء) کو انتقال کیا اور جنت المعلیٰ میں سپرد خاک ہوئے۔ (محمد حمزہ حسنی)

قیام کیا۔ حضرت شیخ کا انتظار سارے اہل تعلق کو تھا اور لوگوں کو یقین تھا کہ حضرت شیخ بھی ساتھ ہوں کے مگران کو نہ پا کر سب ہی کو بڑا رنج ہوا۔ حج سے فراغت کر کے ۲۴؍ذی الحجہ مطابق ۱۳؍مارچ کو بدر ہوتے ہوئے مدینہ منورہ گئے اس سال ذی قعدہ میں مکہ مکرمہ میں اتنی سخت اور طوفانی بارش ہوئی۔ جس کی مثال نہیں ملتی موٹریں بہہ گئیں زم زم ابلنے لگا۔ بیت اللہ شریف تقریباً آدھا پانی میں ڈوب گیا سیکڑوں آدمی پھنس کر جان بحق ہو گئے۔ مدینہ منورہ کے قیام میں مولوی محمد ہارون تبلیغی اجتماعات میں شرکت کے علاوہ روضہ جنت میں نمازوں اور مواجہ شریف پر سلام اور اقدام عالیہ میں بیٹھنے کا اہتمام کرتے تھے اسی طرح مکہ مکرمہ میں طواف وعمرہ کی کثرت کرتے تھے، مدینہ منورہ سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں دو تین دن قیام کیا اس کے بعد جدہ دو دن رہے پھر ۱۱؍اپریل ۱۹۶۹ء کو سعودی جہاز سے کراچی اور پھر دہلی واپس آ گئے۔ ۱۸؍اپریل ۱۹۶۹ء کو جمعہ کے بعد سہارن پور گئے اس لیے کہ حضرت شیخ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ۲۶؍اپریل کے جہاز کے لیے عازم سفر تھے۔ حضرت شیخ سے ملاقات کر کے دہلی واپس ہو گئے۔

پانچواں حج

۱۳۸۸ھ میں مولوی محمد ہارون مولانا انعام الحسن صاحب کے ہمراہ حج کو گئے تھے اس سال حضرت شیخ تشریف نہیں لے جا سکے تھے۔ بلکہ حج کے بعد ۵؍صفر ۱۳۸۹ھ کو حجاز تشریف لے گئے، اس سفر میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی بھی ساتھ تھے۔ حضرت شیخ آٹھ ماہ قیام کرنے کے بعد ۷؍شوال ۱۳۸۹ھ کو مدینہ منورہ سے اور ۱۱؍شوال کو جدہ سے کراچی وغیرہ ہوتے ہوئے ۱۰؍ذی قعدہ کو دہلی پہنچے، اس وقت بھوپال میں تبلیغی اجتماع تھا۔ اور مولانا انعام الحسن صاحب اور مولوی محمد ہارون صاحب بھوپال میں تھے ۱۳۹۰ھ کے حج میں حضرت شیخ کی شرکت پر اہل حجاز نے

بہت زور دیا اور اپنی خواہش کا اظہار کیا اس لئے مولوی محمد ہارون صاحب کا سفر حج اس مرتبہ اپنے دونوں اکابر حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کے ساتھ ہوا یہ سفر اپنے اکابر خصوصاً حضرت شیخ کے ساتھ آخری سفر حج تھا اس کے بعد انھوں نے ۱۳۹۲ھ میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ سفر حج کیا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

۱۴/جنوری ۱۹۷۱ء مطابق ۱۵/ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ کو مولوی محمد ہارون، نظام الدین سے مستورات کو لے کر سہارنپور آئے اور پھر حضرت شیخ سے مل کر، مولانا اکرام الحسن، مولوی زبیر کے ہمراہ واپس ہو گئے، اور حضرت شیخ گنگوہ، رائے پور، دیوبند، میرٹھ ٹھہرتے ہوئے نظام الدین تشریف لائے اور ۱۸/جنوری کو یہ مبارک قافلہ دہلی سے بمبئ روانہ ہوا اور ۱۲/بجے دن کو بمبئ پہنچا۔ بمبئ میں بعض وجوہ کی بنا پر دو تین روز رکنا پڑا۔ دو تین دن کے بعد بمبئ سے روانہ ہو کر کراچی پہنچے۔ کراچی میں لوگوں کو اطلاع ہو چکی تھی۔ اس لیے عصر کی نماز پڑھ کر مکی مسجد پہنچے۔ مکی مسجد تبلیغی مرکز ہے۔ جمعہ کے دن وہاں قیام رہا۔ شب جمعہ میں حضرت مولانا انعام الحسن اور مولانا محمد عمر پالن پوری کی تقریریں ہوئیں۔ شنبہ ۲۳/جنوری ۱۹۷۱ء مطابق ۲۵/ذی قعدہ ۱۳۹۰ھ کو کراچی سے روانہ ہوئے جدہ ظہر سے ایک گھنٹہ پہلے پہنچے۔ کسٹم پر اہل تعلق پہلے سے موجود تھے۔ ظہر کے بعد مولانا انعام الحسن صاحب جو پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی پہنچے لیکن مولوی محمد ہارون مولانا عبید اللہ بلیاوی اور مولانا محمد عمر پالن پوری کسٹم میں سامان کے ساتھ دیر تک رکے رہے۔ اس لیے وہ حضرات حضرت شیخ کے ہمراہ مکہ مکرمہ نہ جا سکے۔ مغرب کے بعد مولوی عبد الحفیظ مکی کی کار میں مولوی محمد ہارون اور ان کے رفقاء مکہ مکرمہ پہنچے۔ ۴/فروری ۱۹۷۱ء مطابق ۸/ذی الحجہ ۱۳۹۰ھ مولوی ہارون، حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کی معیت میں منیٰ اور ۵/فروری جمعہ کو عرفات میں حاضر ہوئے۔

اس مبارک قافلہ کے معلم مکی مرزوقی تھے۔ ان ہی کی لاری میں ان کے خیمہ گئے مکی مرزوقی نے ان حضرات کی بڑی خاطر مدارات کی۔ حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کی وجہ سے ہندوستان اور پاکستان کے کافی تعداد میں اہل تعلق اور تبلیغی حضرات ان کے ہمراہ تھے۔ یہ حضرات مزدلفہ میں رات گزار کر چاشت کے وقت منیٰ پہنچے اور عصر کے بعد طواف زیارت کے لیے مکہ مکہ گئے۔ ۱۳؍ذی الحجہ کو رمی سے فارغ ہونے پر مکہ مکرمہ میں قیام کیا، منیٰ کے قیام میں تبلیغی اور تعلیمی حلقے تقریباً ہر معلم کے خیمہ میں ہوتے رہے اور مسجد خیف مبلغین کا خاص مرکز رہی، وہیں سے جماعتیں دوسرے مقامات پر منتشر اور مجتمع ہوتی تھیں۔

حج کے بعد مکہ مکرمہ میں بھی تبلیغ اور تعلیم کا سلسلہ اور ملک وار اجتماعات ہوتے رہے جس میں ۱۰؍فروری کو اہل بحرین اور سارے پرانے کام کرنے والے عرب حضرات کا اجتماع ہوا۔ اس دن اہل کویت کا اجتماع ہوا۔ ۱۱؍فروری کو افریقہ اور بیرون ممالک کا اجتماع ہوا۔ ان سارے اجتماعات اور تبلیغی کاموں میں مولوی محمد ہارون شرکت کرتے رہے اور جو خدمت ان سے لی جاتی رہی وہ خدمت انجام دیتے رہے۔ اگرچہ حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کی موجودگی کی وجہ سے وہ کھل کر تقریر نہیں کرتے تھے، مگر اپنی صحت کا لحاظ رکھتے ہوئے ان کی شرکت ہوتی تھی۔ طواف کا خاص ذوق تھا اور جب بھی ان کو موقع ملتا وہ طواف کرتے۔

۲۱؍فروری اتوار کے دن عصر کے وقت مدینہ طیبہ پہنچے۔ ۲۵، ۲۶، ۲۷؍فروری کو مدینہ طیبہ کا ماہانہ اجتماع ہوا۔ ۱۳؍مارچ کو قبا اور ۱۴؍مارچ کو خیبر جانا ہوا۔ وہاں مسجد علی اور مسجد سُوق میں تقریریں ہوئیں، ۱۷؍تا ۱۹؍مارچ مدینہ پاک میں مشورہ کا اجتماع ہوا۔ ۳؍اپریل ۱۹۷۱ء شنبہ کو مکہ مکرمہ آئے اور ۵؍تا ۷؍اپریل کو جدہ کا اجتماع ہوا اور اس اجتماع میں حضرت شیخ بھی شریک ہوئے اور سارے تبلیغی حضرات نے

بھی شرکت کی۔ ۸/اپریل کو مکہ مکرمہ واپسی ہوئی۔ ۱۰/اپریل کو مہاجرین کا ایک اجتماع مدرسہ صولتیہ میں ہوا۔ ۱۲/اپریل کو اہل بنگال کا ایک بڑا اجتماع ہوا۔ ۱۳/اپریل کو جدہ اور ۱۴/اپریل کو سعودی ایرلائن سے سیدھے بمبئی روانہ ہوئے۔ حضرت شیخ مدینہ طیبہ میں مقیم رہے۔

چھٹا اور آخری حج

مولوی محمد ہارون نے اب تک جتنے بھی حج کئے تھے وہ اپنے اکابر ومشائخ کے ساتھ کیے تھے یہ آخری حج اپنے بعض ہم عمر اعزا اور رفقا کے ساتھ کیا اور اپنے گھر والوں کو کرایا اس حج میں مولوی محمد طلحہ صاحبزادہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی، مولوی مظہر صاحب مظفر پوری، قاری رشید خورجوی اور دوسرے رفقا اور تبلیغی احباب تھے، نظام الدین سے اپنے بزرگوں سے رخصت ہو کر بمبئی پہنچے اور پانی کے جہاز سے ۲۷/ یا ۲۸/ ستمبر ۱۹۷۲ء کو جہاز نے لنگر اٹھایا۔ راستہ میں جہاز پر تبلیغی اجتماع ہوئے اور تبلیغی حلقے لگتے رہے۔ جن میں مولوی محمد ہارون صاحب شرکت کرتے اور کبھی کبھی خطاب کرتے، جہاز پر مولوی محمد طلحہ کو تیز بخار آ گیا جو حجاز تک رہا۔ جس کی وجہ سے ان کو بڑا ضعف ہو گیا تھا۔

۱۷/اکتوبر کو اشراق کے وقت جہاز گودی پر لگا۔ ظہر سے قبل حجاج کسٹم وغیرہ سے فارغ ہوئے۔ اس مرتبہ معلم سلیمان ہاشم صاحب کے یہاں آنا ہوا۔ اس مرتبہ کسی کو گودی میں جانے کی اجازت نہیں ملی۔ ڈاکٹر ظفیر صاحب جہاز پر چڑھ گئے اور مولوی محمد طلحہ نیز مستورات کو اتار کر اپنے گھر لے گئے۔ اور مولوی محمد ہارون سامان وغیرہ لے کر مدینۃ الحجاج[1] گئے اور قاری رشید صاحب کے سپرد کر کے ڈاکٹر ظفیر صاحب کے یہاں آ گئے۔ دوپہر کا کھانا ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر ان کے

---

(۱) جدہ میں حجاج کی قیام گاہ۔

یہاں کھایا، وہاں سے فارغ ہوکر بھائی شجاع (جو سعدی صاحب کے بہنوئی ہیں اور جدہ میں بسلسلہ ملازمت مقیم ہیں) کے مکان پر منتقل ہو گئے۔

مغرب سے پہلے پہلے مکہ مکرمہ پہنچ گئے اور سعدی صاحب کے یہاں قیام کیا اور طواف وسعی سے فارغ ہوئے، عشاء سے قبل رمضان المبارک کے چاند کا اعلان ہو گیا تراویح کے بعد ہی طواف وسعی سے فراغت کی۔ تراویح سے پہلے موقع نہیں مل سکا، مکہ مکرمہ میں ۱۵/رمضان المبارک تک قیام رہا۔

مکہ مکرمہ سے مولوی محمد ہارون کا حضرت شیخ کے نام ایک مکتوب

مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران مولوی ہارون نے حضرت شیخ کو کئی خطوط لکھے جن میں اپنے سفر کی کیفیت اور قیام کی بعض دشواریوں کو تحریر کیا۔ سطور ذیل میں ان کا ایک خط نقل کیا جا رہا ہے جس کے پڑھنے سے سفر کے بعض حالات بھی معلوم ہوں گے اور سب سے بڑھ کر اس کا اندازہ ہوگا کہ مولوی صاحب موصوف کو اپنے اکابر سے کتنا تعلق تھا۔ خصوصاً حضرت شیخ سے گہرا قلبی تعلق رکھتے تھے اور ہر چھوٹی بڑی بات میں حضرت شیخ سے مشورہ اور حکم کے کس طرح طلب گار ہوتے تھے۔ بغیر حضرت شیخ اور مولانا انعام الحسن صاحب کے مشورہ اور حکم کے ادنیٰ سے ادنیٰ اقدام بھی نہ کرتے۔

وہ اپنے مکتوب مورخہ ۷/رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ مطابق ۱۴/اکتوبر ۱۹۷۲ء میں تحریر کرتے ہیں:

مکرم ومحترم ومخدوم جناب اباجی صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

بعد آداب و نیاز کے عرض ہے کہ حضرت کے مزاج بخیر ہوں گے۔ حضرت کی دعا سے بندہ بھی بخیر ہے۔ اللہ کا فضل ہے کہ جہاز کا پورا سفر خیریت سے ہو گیا۔ اس میں کسی کو چکر وغش نہیں

ہوئے۔ ہفتہ کے روز یہاں آئے، اتوار کا دن گزار کر پیر کے روز ابا سلیم (مولانا سلیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ) سے ملاقات کے لیے اوپر گیا۔ اس کے بعد سے اب تک طبیعت قابو میں نہیں ہے۔ پورے جسم میں درد ہے۔ مولوی طلحہ کو تو جہاز سے بخار چل رہا ہے۔ اب افاقہ کی طرف طبیعت چل رہی ہے۔

بندہ سے کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ حرم میں تراویح کے بعد ایک یا دو طواف ہوتے ہیں۔ بھائی سعدی کے یہاں سے مولوی عبداللہ عباس(۱) کی گاڑی سے سوا بجے حرم چلے جاتے ہیں۔ پونے پانچ بجے ٹیکسی سے واپسی ہوتی ہے۔ ۱۶ر رمضان کو انشاء اللہ مدینہ پاک کا ارادہ ہے۔ ایک بات کی حضرت سے اجازت لینی ہے۔ اگر حضرت کی اجازت ہو جائے معلم کہتا ہے کہ حرم کے بالکل قریب ایک مکان کرایے پر مل جائے گا۔ اگر تم سب لوگ وہاں پر قیام کرو تو مدینہ کے واپسی پر اس جگہ قیام کر سکتے ہو۔ بندہ نے یہ کہہ دیا کہ ابا جی سے اجازت کے بعد بتاؤں گا۔ اگر حضرت والا اجازت دیں تو وہ مکان یا کمرہ کرایہ پر لے لیں۔ بھائی سعدی کے مکان پر راحت تو خوب ہے مگر ایک مرتبہ کے علاوہ جانا نہیں ہو رہا ہے۔ دوسری بات یہ بھی ہے کہ گھر والوں اور بچوں کا تراویح کے بعد پیشاب وغیرہ بھی آ جاتا ہے۔ اس کے لیے بھی سہولت ہو جائے گی۔ اگر حضرت کی اجازت ہو تو معلم سے ہاں کر لی جائے۔ خیال ہے کہ مدینہ پاک میں ڈیڑھ ماہ قیام کر کے

---

(۱) مولانا عبداللہ عباس ندوی حال معتمد تعلیم ندوۃ العلماء، لکھنؤ (حمزہ)

مکہ آجائیں اس کے بعد پھر بیس روز کے بعد چاہے چلے جائیں۔
سب گھر والے آپ کی خدمت میں سلام کے بعد دعا کی درخواست
کرتے ہیں وہاں پر اندر باہر سب کی خدمات میں سب کی طرف
سے سلام۔

فقط والسلام

محمد ہارون

۷رمضان، ۱۴ر اکتوبر بروز ہفتہ

مکہ مکرمہ کا قیام اور طواف کی کثرت

مکہ مکرمہ کے قیام کے دوران طواف کی بڑی کثرت رکھتے۔ اپنی طرف سے اپنے اعزاء کی طرف سے احباب اور تعلق والوں کی طرف سے بلکہ امت مسلمہ کی طرف سے طواف کرتے، اور طواف کا جذبہ حد سے بڑھ کر پیدا ہو گیا تھا مولوی محمد شمیم مکی بیان کرتے ہیں:

''آخری حج میں کثرت طواف کا بے حد اہتمام اور ذوق وشوق تھا حرم پاک میں ایک بار ملاقات ہوگئی۔ میں نے کہا، مکہ والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے یا سب لوٹ کر لے جاؤ گے۔ کہنے لگے، بھائی شمیم میرا دل چاہتا ہے کہ امت محمدیہ ﷺ کے جتنے بزرگان دین، جتنے صحابہ، صلحاء ومجاہدین، محدثین، مفسرین، مشائخ اور اپنے دور قریب کے جس قدر اعزا اور احباب تبلیغی لوگ اس دنیا سے جا چکے ہیں سب کی طرف سے کم از کم ایک ایک طواف کر دوں دیکھو توفیق ہوتی ہے یا نہیں۔''

مدینہ منورہ کا سفر اور قیام اور وہاں کا نظام

۱۶؍رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ کو مدینہ منورہ کا قصد کیا اور پیر و منگل کی درمیان شب کو تراویح پڑھ کر مولانا عبداللہ عباس ندوی کی موٹر میں اپنے رفقاء مولوی محمد طلحہ، مولوی مظہر، مولانا عبداللہ عباس قاری رشید خورجوی کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حکیم یامین صاحب و مولوی شمیم صاحب رخصت کرنے موٹر پر آئے تھے۔

بدر پہنچ کر شہدائے بدر کے مزارات پر فاتحہ پڑھی، صبح کو اشراق کے بعد بدر سے روانہ ہوئے، ظہر سے قبل مدینہ پاک پہنچے اور ۲۰؍رمضان المبارک کی شام سے باوجود بیماری اور کمزوری کے اعتکاف کیا اس سے قبل قلبی دورہ پڑ چکا تھا۔ اس لیے جوڑوں میں درد رہتا تھا۔ تراویح بیٹھ کر ادا کرتے، درد صرف جوڑوں تک محدود نہ تھا۔ وہ بدلتا رہتا تھا۔ کبھی کہنیوں میں کبھی گھٹنوں میں کبھی پہنچوں میں، علاج برابر جاری رہا۔ اعتکاف سے قبل کبھی کبھی نماز اپنی قیام گاہ پر ادا کرتے، مگر اکثر نمازیں حرم شریف میں ادا کرتے۔

رمضان کا نصف آخر شوال کا پورا مہینہ اور ذی قعدہ کا پورا مہینہ مدینہ منورہ میں گزارا۔ مدینہ کے قیام کا نظام الاوقات ڈاکٹر اسمٰعیل میمن جوان کے میزبان رہے ہیں اور ان کے مکان پر ان کا قیام رہا ہے اس طرح بیان کرتے ہیں:

''۱۶؍رمضان المبارک کو ظہر کے وقت مولوی محمد ہارون صاحب مدینہ منورہ پہنچے اور یکم ذی الحجہ تک وہیں قیام کیا عموماً نظام الاوقات حسب ذیل رہا۔

فجر کے وقت اٹھ کر نماز کبھی حرم نبوی میں اور کبھی معذوری کی وجہ سے اور سردی کی وجہ سے قیام گاہ پر پڑھتے، معذوری کی

وجہ سے ذکر تو نہ کرتے لیکن تھوڑی دیر کبھی بیٹھتے اور کبھی چائے بھی پیتے ورنہ فجر کے بعد لیٹے رہتے ناشتہ مولوی طلحہ صاحب کے ذکر سے فارغ ہونے پر ساتھ کرتے اس کے بعد کبھی تو ظہر تک قیام گاہ پر رہتے اور کبھی زیارت کے لیے یا کسی سے ملاقات کے لیے جاتے، ظہر سے قبل واپس آ کر وضو کر کے حرم شریف جاتے۔ ظہر کے بعد ساتھیوں کے ساتھ کھانا کھاتے اور پھر آرام کرتے، عصر کی نماز کے بعد چائے پی کر حرم شریف جاتے اور مغرب سے عشاء تک عموماً حرم شریف میں گزارتے شروع کے ایام میں عشاء کے بعد قیام گاہ پر جاتے، لیکن بعد میں عشاء کے بعد تبلیغی مشوروں میں بیٹھنے کا معمول ہو گیا تھا مشورہ کے بعد قیام گاہ پر جاتے، رات کے کھانے کا معمول نہ تھا۔ دعوتوں میں جانے سے بہت پرہیز کرتے۔

مرحوم نے ایک سال یہاں قیام کرنے کی بہت کوشش کی کہ کوئی قانونی شکل نکل آئے تو ایک سال یہاں قیام کر لیں، مگر حضرت شیخ کی اجازت کے بغیر ناممکن تھا۔

مدینہ پاک کے قیام میں بیس روز تک کھانا ان کو میں نے پکانے نہیں دیا۔ حالانکہ وہ کئی بار اصرار کر چکے تھے۔ پورے بیس روز بعد بندہ سے فرمایا کہ مجھے امیر مانتے ہو یا نہیں، میں بحیثیت امیر کے حکم دیتا ہوں کہ کل سے ہم اپنا کھانا خود پکائیں گے۔ چنانچہ اکیسویں روز ضروری سودے وغیرہ منگوا لئے اور بائیسویں روز سے انھوں نے اپنا کھانا خود پکانا شروع کر دیا۔ مدینہ منورہ

سے ۲ رذی الحجہ کو روانگی ہوئی، روانگی سے ایک یوم پہلے صبح سے
مغرب تک اعتکاف کیا، روزہ بھی تھا ریاض الجنتہ میں بیٹھے
ہوئے دن بھر روتے رہے۔ دن جمعہ کا تھا روانگی شنبہ کو ہوئی۔"

مکہ مکرمہ کو واپسی، حج، اور مدینہ پاک قیام کر کے ہندوستان واپسی

مدینہ منورہ سے روانہ ہو کر بدر و مستورہ ہوتے ہوئے مکہ مکرمہ شب میں پہنچے اور سعدی صاحب کے مکان پر کھانا کھایا۔ اور نماز عشا کے بعد طواف وسعی کی ۸ رذی الحجہ کو منیٰ روانہ ہوئے، آٹھ سو ریال میں گاڑی کی، ایام حج میں ان پر ایسی کیفیات طاری رہی جو اس سے پہلے کسی حج میں نہ تھیں ان کو اکثر محسوس ہوتا تھا کہ یہ آخری حج کر رہے ہیں اور اپنے اس احساس کا ذکر اکثر قاری رشید صاحب سے کر دیتے "کہ قاری جی یہ میرا آخری حج معلوم ہوتا ہے"۔ غرض کہ مزدلفہ سے جب منیٰ آنے لگے تو راستہ بھول گئے۔

ارکان حج ادا کر کے مکہ مکرمہ گئے اور سعدی صاحب کے یہاں سے اشراف کی عمارت میں جو مروہ پر بہت خوبصورت اور نئے طرز کی ہے حضرت شیخ کی اجازت پر منتقل ہو گئے۔ اشراف کی عمارت کی دوسری منزل میں قیام کیا، چند دنوں کے بعد پھر مدینہ منورہ گئے کوشش تو بہت کی کہ ایک سال دیار پاک میں قیام ہو جائے مگر کوئی قانونی شکل نہ نکل سکی۔ اس لیے بادل گریاں واپس ہوئے۔ ڈاکٹر اسمٰعیل صاحب نے حرم پاک میں مسلسل رونے کا جو واقعہ لکھا ہے، وہ اس آخری زیارت کا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث سے خلافت واجازت

مولوی محمد ہارون بیعت تو حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ سے ہوئے تھے اور تربیت وسلوک کی منزلیں حضرت شیخ مدظلہ العالی کی خدمت میں طے

کی تھیں۔ بیعت وارادت کے بعد تقریباً بارہ تیرہ سال حضرت شیخ سے تعلیم سلوک حاصل کی اور تربیت میں رہے۔ ۲۶؍ربیع الاوّل ۱۳۹۲ھ کو حضرت شیخ نے ان کو مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پائیں جس کو اقدام عالیہ کہتے ہیں اجازت وخلافت عطا فرمائی۔

حضرت شیخ کا خلافت نامہ

حضرت شیخ نے خلافت عطا فرما کر ایک تحریر بھی لکھوائی اور اس کو اپنے تعلق رکھنے والے اہل سلوک، علماء اور اصحاب الرائے حضرات کو ارسال فرمائی تا کہ کسی کو اس میں شک یا اشکال نہ ہو۔ اس تحریر نے خلافت واجازت کو بڑی وقیع اور دوررس نتائج کا حامل بنا دیا۔ افادہ کی خاطر ہم اس تحریر کو حضرت شیخ کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں:

''مدینہ منورہ میں اقدام عالیہ میں ۲۶؍ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ کو ہارون کو اپنی نا اہلیت کے باوجود بیعت کی اجازت دی۔ اجازت کی تحریر عزیزم الحاج عبدالحفیظ مکی سے لکھوائی اور اس کی نقل مولانا انعام صاحب وغیرہ کو بھجوادی۔

''مکرمان ومحترمان مولانا الحاج انعام الحسن صاحب مولانا الحاج علی میاں صاحب، مولانا محمد منظور صاحب نعمانی ومولانا منور حسین صاحب ومفتی محمود الحسن صاحب مدفیوضکم۔

بعد سلام مسنون! تبلیغی مصالح کی بنا پر آج ۲۶؍ربیع الاوّل ۱۳۹۱ھ کو اقدام عالیہ میں عزیز ہارون کو میں نے توکلاً علی اللّٰہ بیعت کی اجازت دی ہے۔ البتہ دینی مصلحت اور تبلیغی مصلحت کی بنا پر اس کو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مولانا انعام الحسن صاحب

حیات میں نظام الدین یا میوات میں کسی کو بیعت نہ کرے۔ حُبِ جاہ اور حُبِ مال سے بہت زیادہ احتراز کرے، اہل دنیا سے ان کی دنیوی وجاہت کی وجہ سے تعلق نہ رکھے، دینی مصالح کی بنا پر اجازت میں تقدیم وتاخیر اکابر سے بھی منقول ہے اور بیک وقت کئی مشائخ کا ایک جگہ موجود ہونا بسا اوقات موجب ترقیات بھی ہوا ہے۔

تھانہ بھون میں حضرت اقدس حاجی امداد اللہ صاحب، حضرت حافظ محمد ضامن صاحب اور حضرت مولانا شیخ محمد صاحب بیک وقت ایک ہی مسجد میں مقیم رہے اور حضرت شیخ الہند اور مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دار العلوم میں بیک وقت موجود رہے۔ یہ ناکارہ اور مولانا اسعد اللہ صاحب ان کی خلافت کے بعد سے مظاہر علوم میں موجود رہے، میرا خیال ہے کہ ہم دونوں کا بیک وقت موجود ہونا دونوں کے لیے موجب ترقی بنا چچاجان نور اللہ مرقدہ کے بعد عزیز مولانا یوسف صاحب اور قاری رضا صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور مولانا انعام الحسن صاحب اور حافظ مقبول صاحب کا بیک وقت نظام الدین میں قیام رہا۔

میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ ان دونوں عزیزں کے بیک وقت قیام کو دونوں کے لئے موجب ترقیات بنادے، لیکن زمانہ فساد کی طرف دوڑ کر چل رہا ہے۔ اس لیے میں نے عزیز ہارون کو یہ بھی کہہ دیا ہے کہ مولانا انعام الحسن صاحب (اللہ تعالیٰ تا دیر ان کو زندہ سلامت رکھے) کی حیات میں نظام الدین اور میوات

میں کسی کو بیعت نہ کریں۔ اگرچہ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ
کے زمانہ میں لوگ مولانا انعام الحسن صاحب سے بیعت ہوتے
رہے ہیں چونکہ اس ناکارہ کو بھی اپنی زندگی کا اعتبار نہیں اس لیے
تم دوستوں کو اس کی اطلاع بھی کرتا ہوں، نیز میرے جستی تنکے
میں چچا جان نور اللہ مرقدہٗ کا وہ عمامہ ہے جو مجھے بیعت کے لیے
دیا تھا اسے عزیز ہارون کے حوالہ کر دیا جائے کہ یہ سیہ کار تو اس
سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکا، اللہ تعالیٰ عزیز موصوف کو اس سے تمتع
نصیب فرمائے۔

فقط والسلام

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی

بقلم عبدالحفیظ-۲۶ر ربیع الاوّل ۹۱ھ

بدگمانی اور بے سروپا اعتراض

لیکن افسوس کی بات ہے کہ مولوی محمد ہارون کو خلافت واجازت کی سعادت
حاصل ہوتے ہی بعض حلقوں میں اعتراضات اٹھے اور انھوں نے اس کو ذاتی
مصلحت اور سیاست کا کرشمہ بتایا، بعض لوگوں نے اس کے خلاف اشتہار تک شائع
کر دیا اور حضرت شیخ تک کے خلاف نامناسب رویہ اختیار کیا۔ حضرت شیخ اس کے
متعلق اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

”دوستوں کو تو اعتراض اور تنقید میں مزا آیا ہی کرتا ہے سنا
ہے کہ اس پر بھی بڑی چہ میگویاں اور اعتراضات ہوئے سنا ہے
کہ کئی اشتہار میرے خلاف بھی شائع ہوئے۔ ایک اشتہار کی
سرخی سنی تھی کہ ”خلافت یا سیاست“ لیکن اس سیہ کار نے تو جو کچھ

کیا تھاوہ فیما بینی و بین اللہ اخلاص ہی سے کیا تھا۔‘‘

کیف ومستی جذب وشوق

خلافت واجازت سے کچھ پہلے اور بعد مولوی محمد ہارون میں کیف ومستی جذب وشوق اور تعلق مع اللہ کی جو کیفیت پیدا ہوگئی تھی وہ تو مولوی صاحب کا دل ہی محسوس کرتا تھا۔ مگر مشاہدہ کرنے والے بھی اس کیفیت سے بے خبر نہ تھے۔ مولوی محمد شمیم صاحب مکی نے اجازت وخلافت کے کچھ دنوں بعد خود ان سے اس کیفیت کو معلوم کیا، اس کا جو جواب مولوی محمد ہارون نے دیا وہ ان کے الفاظ میں پڑھیے۔

مولوی محمد شمیم صاحب مکی تحریر کرتے ہیں:

> ’’چار سال قبل جب وہ حضرت شیخ مدظلہ کے ساتھ مدینہ پاک میں مقیم تھے اور وہیں مسجد نبوی میں حضرت شیخ نے ان کو اجازت دی اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا عمامہ عنایت فرمایا اور اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ آئے تو میں نے مبارک باد کے بعد کہا کہ اب تو تم بھی بزرگوں کے سلسلہ کی موتیوں کی تسبیح میں پروئے گئے وغیرہ وغیرہ۔ میری بات کے جواب میں عزیز موصوف کی گفتگو پوری طرح دل ودماغ میں محفوظ ہے، کہنے لگے بھائی شمیم پہلے تو میں اپنے کو خالی خالی سا محسوس کرتا تھا، مگر اب نہیں کرتا، اور حضرت شیخ کے اجازت دینے کے چند روز قبل جب میں روضہ مطہرہ یا مواجہ شریفہ میں حاضری دیتا یا ذکر وتلاوت کے لیے اقدام عالیہ میں بیٹھتا تو محسوس ہوتا کہ جالیوں کے اندر سے کوئی چیز آکر میرے سینے میں داخل ہو رہی ہے۔ یہی کیفیت

نہایت شدت کے ساتھ اس وقت بھی مجھ پر طاری تھی۔ جب مسجد نبوی میں حضرت شیخ مجھ کو اجازت دے رہے تھے اس کے بعد جب بھی مسجد نبوی میں حاضری ہوتی، یہی محسوس کرتا، اگر مسجد نبوی میں کہیں دور بیٹھ جاتا تو طبیعت نہ لگتی۔ اور بے قرار ہوکر جالیوں کے قریب جا بیٹھتا اور محسوس کرتا جیسے کوئی اپنے قریب بلا رہا ہے۔ یہ بات کرتے وقت مرحوم پر بے حد رقت اور خشوع کی حالت طاری تھی۔ پھر کہنے لگے کہ یہ تو میں چھوٹا منھ بڑی بات کہہ رہا ہوں۔ اللہ مجھے اس قابل کر دے۔"

مولوی محمد ہارون میں کیف و مستی کی یہ کیفیت اکثر رہتی، وہ جب ذکر کرتے تو استغراق پوری طرح طاری ہوجاتا اور وہ بے خود ہوجاتے، مولوی محمد شمیم صاحب مکی تحریر کرتے ہیں:

"چار سال قبل جب وہ حضرت شیخ کے ساتھ یہاں آئے تو نماز صبح کے بعد مدرسہ میں حضرت شیخ کی قیام گاہ پر ذکر کی مجلس ہوتی تھی تیس چالیس خصوصی احباب شریک ذکر ہوتے، عزیز ہارون کو بھی حضرت شیخ اہتمام کے ساتھ اپنے بالکل قریب بٹھاتے تھے۔ پردے پڑے ہوئے نیم روشن دیوان خانہ میں جب عزیزی ہارون اللہ اللہ اللہ کے جہری ذکر میں محو و بے خود ہوجاتا تو آواز کا یہ زیر و بم اور صوتی ارتعاش بجائے اللہ اللہ کے سننے والے کو بالکل واضح طور پر آؤں گا آؤں گا سنائی دیتا۔ میں اپنا ذکر چھوڑ کر اس کی صدائے آؤں گا آؤں گا میں ڈوب جاتا۔ آخر اس کو کون بلا رہا ہے جس کا یہ جواب دے رہا ہے اس کے ذکر اور

اس طرح کے صوتی و سماعی انداز کی حضرت شیخ بھی تصدیق فرمائیں گے۔"

ایک روز میں نے بطور مذاق کہا کہ تم ذکر میں اللہ اللہ کرتے کرتے آؤں گا آؤں گا کیوں کہنے لگتے ہو، کہنے لگے تھوڑی دیر ذکر کرنے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی بلا رہا ہے۔ اور وہ ذکر ہی کیا کہ جس میں آدمی کو اپنا ہوش رہ جائے"۔

زندگی کا آخری سال اور مولوی محمد ہارون کا انضباط اوقات اور تبلیغی انہماک

مولوی محمد ہارون میں روز بروز خوش گوار تبدیلی ہونے لگی، آخرت کا خیال دنیا سے بے رغبتی، تبلیغ میں انہماک، اوقات کی پابندی اور ذکر و شغل میں مشغولیت بڑھنے لگی، ان کی زندگی کا آخری سال گذشتہ سالوں سے اس حیثیت میں ممتاز تھا، راقم السطور کو یاد ہے کہ وہ کسی سفر سے واپس ہو رہے تھے ایک، بڑی جماعت ساتھ تھی حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ بھی تھے لکھنؤ اسٹیشن پر عشاء کی نماز باجماعت ہوئی، مولوی محمد ہارون راقم السطور سے ملے اور اس محبت و یگانگت سے ملے کہ اس طرح وہ زندگی بھر نہیں ملے تھے۔ اور یہ ملاقات آخری ملاقات تھی۔ نہیں معلوم تھا کہ اس کے بعد وہ اس جہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔ اس ملاقات کا نقش ابھی تک دل پر ثبت ہے، اسی طرح بعض دوسرے اور ساتھیوں اور ملنے والوں سے بھی اسی اخلاق و محبت سے ملے:

ان کے انضباط وقت، ذکر و شغل، تبلیغی انہماک کا اندازہ ان کے ایک مکتوب سے ہوگا جو انھوں نے حضرت مولانا محمد ذکریا صاحب شیخ الحدیث مدظلہ کو مدینہ منورہ کے پتہ پر تحریر کیا تھا۔ یہ مکتوب غالباً ان کا وہ آخری مکتوب ہے جو انھوں

نے حضرت شیخ کو اپنے ہاتھ سے تحریر کیا تھا وہ اس مکتوب میں لکھتے ہیں:

"مکرم ومحترم مخدوم معظم جناب اباجی صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد آداب و نیاز کے عرض ہے کہ حضرت والا کے مزاج اقدس بخیر ہوں گے۔ حضرت کی دعا سے بندہ بھی مع گھر والوں کے بخیر ہے۔ حضرت کے خطوط آتے رہے حالات سے آگاہی ہوئی۔ سوائے کوتاہی اور غفلت کے اور کوئی چیز مانع نہیں تھی۔ اللہ پاک بندہ کے حال پر رحم فرمائے۔ حضرت بندہ کی حالت دن بہ دن گرتی جارہی ہے۔ دعا فرمائیں کہ اللہ پاک کرم کا معاملہ فرمائے۔

جب سے حضرت والا حجاز کے لیے تشریف لے گئے اس وقت سے اللہ کا فضل ہے ذکر برابر ہورہا ہے۔ مالک کا کرم ہے کہ ناغہ نہیں ہوتا، سفر میں حضر میں پابندی ہورہی ہے۔ اور خوب دل لگارہتا ہے بارہ تسبیح پوری ہوجاتی ہیں۔ مغرب کے بعد کی دعا اور مشورہ اور ایک سبق اس کا بھی اہتمام ہورہا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ پاک استقامت نصیب فرمادیں' حضرت دو ماہ سے بندہ کو نزلہ، زکام ہورہا ہے اور اکثر سر میں درد بھی رہتا ہے، دعا فرمائیں کہ اللہ پاک رحم فرمائے۔

اس سال سب گھر والے سنا ہے کہ حج کو جارہے ہیں اور ان کی درخواستیں بھی سنا ہے کہ گئی ہیں۔ اب میرے منہ میں بھی پانی آرہا ہے۔ اہلیہ مولوی عاقل وغیرہ اور نظام الدین والیوں کی درخواست گئی ہے۔ ماموں اظہار اور عزیز زبیر کی بھی درخواست

گئی ہے اللہ پاک سب کی حاضری مقدر فرمائے اب خیال ہوتا ہے کہ اگر معلوم ہوتا کہ اس سال یہ سب مستورات جاویں گی۔ تو والدہ فاطمہ (اہلیہ خود) بھی اس سال ہی چلی جاتی۔

مولوی محمد ہارون اپنے اس مکتوب میں آگے نظام الدین مرکز کا حال لکھتے ہیں اور جماعتوں کی آمد ورفت، قیام اور تبلیغی نظام کی بابت نیز اپنے تبلیغی سفروں اور دوروں کے متعلق رقمطراز ہیں۔

''سیتاپور سے نو بسیں آئی ہیں، پونہ کا مجمع بھی کافی ہے۔ جمعہ کے روز انشاء اللہ سہارن پور حاضری کا قصد ہے۔ ہفتہ کے روز چکوالی کا اجتماع ہے اور اتوار کے روز باغوں والی کا اجتماع ہے۔ پیر کے روز انشاء اللہ دہلی اور جمعہ کے روز ۳ راگست کو حیدر آباد اور مدراس اور اس کے بعد سیلون ہے۔ دعا فرمادیں کہ اللہ پاک قبول فرماویں۔ اب تو انشاء اللہ واپسی کی باتیں شروع ہوگئی ہوں گی۔ کیونکہ اب تو رمضان بھی قریب آرہا ہے۔ معلوم نہیں بندہ کی حاضری بھی مقدر ہے یا نہیں۔ بندہ کی جانب سے صلوٰۃ و سلام کی درخواست۔ گھر والی بھی، فاطمہ، سعد، عائشہ خیریت سے ہیں۔ سلام کے بعد دعا کی درخواست کرتی ہیں اور صلوٰۃ وسلام کی درخواست قاضی صاحب، مفتی صاحب، مولوی شاہد اور جملہ خدام کی خدمات میں سلام مسنون کے بعد دعا کی درخواست۔

فقط والسلام

محمد ہارون غفرلہٗ

۲۵ رجولائی ۱۹۷۳ء بدھ

یہ مکتوب انتقال سے صرف دو ماہ قبل کا ہے اس کے بعد ہی انھوں نے مدراس، حیدر آباد اور پھر سیلون کا تبلیغی سفر کیا اور اس سفر سے مہینہ ڈیڑھ مہینہ بعد واپس ہوئے اور بیمار ہو گئے اور پھر رخت سفر باندھا۔

موت کا استحضار

موت کا خیال اور اس کا استحضار مدتوں سے پیدا ہو گیا تھا قاری رشید آخری حج میں ان کے بعض کلمات کو اس طرح ذکر کرتے ہیں:

''حجاز مقدس کے سفر میں کئی بار فرمایا کہ بس یہ میرا آخری حج ہے، ایک دن اشراق کے وقت کہنے لگے میں بھی کسی دن چلا جاؤں گا، میں نے عرض کیا کہ جانا سبھی کو ہے آپ ابھی سے یہ رٹ نہ لگا بیٹھئے۔ ابھی آپ کو بہت کام کرنا ہے واپسی کے وقت گاڑی مدینہ پاک سے نکل رہی تھی کہ کہا قاری جی بس میں آخری زیارت کر کے جا رہا ہوں''۔

۳ راگست ۱۹۷۳ء کو حیدر آباد کا سفر ہوا، حیدر آباد میں صوفی انعام اللہ صاحب نے جو اس سفر میں ان کے ہم رکاب تھے ایک مرتبہ مولوی عزیز عالم صاحب[۱] کے انتقال کا ذکر کیا جن کا ماضی قریب میں عین جوانی کی حالت میں مرکز نظام الدین دہلی میں انتقال ہو گیا تھا تو مولوی محمد ہارون اس خبر کے ذکر پر کہنے لگے:

''بس بھائی اب تو جوانوں کا نمبر آ گیا۔ اب اپنی اپنی تیاری کر لو، کچھ پتہ نہیں''۔

---

(۱) مولوی عزیز عالم گورکھپور کے رہنے والے تھے، دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم حاصل کی اور فراغت کے بعد مرکز نظام الدین میں قیام کر لیا اور تبلیغی کام میں لگ گئے اس سلسلے میں حجاز اور عرب ممالک کا دورہ کیا عربوں کی جماعتوں کے ساتھ اکثر ہندوستان کے علاقوں کا دورہ کرتے بالکل نوجوانی کی حالت میں مرکز ہی میں انتقال کیا۔ رحمہ اللہ وغفر لہ

اسی کا اثر تھا کہ ہر آنے والا دن ان کے لئے تعلق مع اللہ کی کیفیت سے معمور ہوتا۔ ان کا ذکر، ان کا انضباط اوقات، تبلیغ میں انہماک، آخرت کا خیال، دنیا سے بے تعلقی روز افزوں تھی۔ صوفی صاحب بیان کرتے ہیں:

> ''اجتماعات کے ہنگاموں میں ذکر بڑی مشکل بات ہے۔ مگر میں نے دیکھا کہ ذکر بالجہر میں مشغول ہیں اور ان پر ذکر کی کیفیت پوری طرح طاری ہے اور وہ مزے لے لے کر ذکر کر رہے ہیں''۔

علالت

مولوی ہارون بچپن سے ہی علیل رہا کرتے تھے اور اکثر ان کو کوئی نہ کوئی شکایت رہا کرتی تھی، بہت بچپن میں ان کے سر میں ایک خطرناک پھوڑا نکلا تھا جس سے ان کو بہت تکلیف ہوئی تھی۔ اور ان کی حالت نازک ہوگئی تھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی دعا سے اللہ نے اس مرض سے ان کو شفا دی، اس کے بعد گاہے گاہے، کوئی نہ کوئی شکایت ہو جاتی تھی۔ مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے انتقال کے بعد ان کی علالت کا سلسلہ قائم ہوگیا اور پھر وہ کئی بار دل کے مرض میں مبتلا ہوئے، جسم کے جوڑوں میں درد اکثر رہنے لگا اور متعدد بار وہ اسپتال میں داخل ہوئے۔ حالت کئی بار نازک ہوگئی مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ان کو شفا ہوئی۔ قاری رشید خورجوی بیان کرتے ہیں:

> ''حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان کی علالت کا سلسلہ اس طرح پر تھا کہ چند ماہ اچھے رہتے پھر متعدد امراض کا حملہ ہو جاتا اور ایسا شدید ہوتا کہ دوبارہ اپنی حالت پر آنے کے لیے

کافی عرصہ لگ جاتا، ایسی صورت میں خاموش اپنے حجرہ میں ہی رہتے، اگر کوئی سلام ومصافحہ کرنا چاہتا تو اپنی کمزوری اور بیماری کی وجہ سے دور ہی سے اشارہ کر کے روک دیتے، اگر وہ مصافحہ کرنے کو اندر ہی آجاتا تو مصافحہ کر کے جلد اس کو مسجد والے اعمال میں جڑنے کے لئے فرمادیتے اس بنا پر بعض دفعہ احباب کو شکایت بھی ہوجاتی کہ ہم تو اتنی دور سے آئے ہیں اور یہ توجہ بھی نہیں کرتے، لیکن ہر آنے والے کو ان کی حالت کا کیا علم ہوتا، قلب کے دورے جب سے پڑنا شروع ہوئے تو مزاج میں کافی نزاکت پیدا ہوگئی تھی ایسے موقع پر قریب رہنے والے احباب کا ہنسنا اور مسکرانا تک بھی ان کو ناگوار ہوتا زندگی میں انھوں نے صحت اور سکون بہت کم پایا تھا۔ اکثر بیماریوں کے شکار رہے''۔

مرض الموت

شعبان ۱۳۹۳ھ مطابق ستمبر ۱۹۷۳ء کو مولوی محمد ہارون کا حضرت مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ کے ساتھ سیلون کا تبلیغی سفر ہوا، یہ سفر ان کی زندگی کا آخری سفر تھا اس سفر میں انھوں نے حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کی بہت خدمت کی، اور ان کے آرام واسائش کا بڑا خیال رکھا۔ جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس سفر سے واپسی پر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے مولوی محمد ہارون کی خدمت گزاری اور راحت رسانی کی بڑی تعریف کی اس سفر میں مولوی صاحب کو ہلکی سی تکلیف ہوگئی تھی، اور وہ علیل ہوگئے تھے۔ کچھ تو سفر کا تکان، کچھ جسمانی اور قلبی تکلیف اس سے ان کے دل ودماغ پر اثر پڑا، گویا مرض الموت کی ابتدا اسی سفر سے ہوئی واپسی پر چند ہی دنوں میں مرض کا شدید حملہ ہوا اور پھر وہ اس حملہ سے جانبر نہ ہوسکے۔

قاری رشید خورجوی جنھوں نے مرض کی ابتدا سے انتہا تک ان کو دیکھا اور قریب رہے، وہ اس مرض کی بڑی تفصیلات بیان کرتے ہیں بلکہ انھوں نے اس مرض کی ہر کیفیت اور ہر بات تحریر کی ہے اور حضرت شیخ کو جو ان دنوں حجاز میں تشریف رکھتے تھے پوری تفصیلات سے آگاہ کیا۔ وہ تفصیلات ایسی ہیں جن کا پوری طرح ذکر کرنا ہر صاحب تعلق کے لیے تکلیف دہ بھی ہے اور غیر ضروری بھی اس مرض میں مرحوم نے جن شدائد اور تکالیف، ذہنی اور جسمانی اذیتوں کا سامنا کیا ہے، وہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں، بے چینی حد سے سوا ہو گئی تھی، الجھن اور جھنجھلاہٹ بہت بڑھ گئی تھی، ذہن ودماغ میں عجیب عجیب خیالات پیدا ہونے لگے تھے۔ اپنی زبان سے طرح طرح کے پریشان کن خیالات کا اظہار کرتے تھے، اپنے گھر والوں اور بچوں کو بہت یاد کرتے تھے۔ خصوصاً اپنی خورد سال بچی عائشہ کو پکارتے اور بلاتے اور باوجود منع کرنے کے بستر سے اٹھ جاتے اور دوڑنے لگتے تیمارداروں سے خفا ہو جاتے، حضرت شیخ کو یہ سمجھتے کہ وہ سہارن پور یا دہلی میں ہیں اس لیے ان سے ملنے اور دعاء کرانے پر اصرار کرتے، قاری رشید خورجوی لکھتے ہیں:

> ”سیلون کے سفر کے دوران سر میں درد، اعضاء شکنی معمول ہو گئی تھی بستی نظام الدین پہنچ کر طبیعت اور زیادہ خراب ہو گئی اور ۱۷ رشعبان کو ہولی فیملی ہسپتال میں داخل کر دیئے گئے میں جب ایک سفر سے واپس آیا تو ان سے ملنے ہسپتال گیا۔ مجھ سے خود انھوں نے اپنی بیماری کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:
>
> ”ہفتہ کے دن کھانا کھا کر سب لوگ اپنے اپنے مقامات پر آرام کرنے لیٹ گئے، میں بھی لیٹ گیا لیٹتے ہی میرے پیٹ میں شدید درد کے ساتھ ایک گولا اٹھا کچھ دیر تو میں اپنے حجرہ میں

رہا جب وہ گولا دل پر اثر انداز ہوا تو میری بے چینی بڑھ گئی۔ اسی حال میں اٹھ کر مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی کے حجرہ میں پہنچا تو وہ جاگتے ہوئے ملے۔ میرا حال دیکھ کر انھوں نے جلدی سے بابو جی (بابو ایاز صاحب) کو بلایا ان کے آنے میں کچھ دیر لگی اتنے میں میرا حال اور بگڑ گیا۔ میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا، کہ بابو جی مولانا عبید اللہ اور چند طالب علموں کے ساتھ میں ہولی فیملی اسپتال آیا۔ اور یہاں داخل ہو گیا، ڈاکٹروں نے دیکھ کر کہا کہ ان کو لانے میں آپ لوگوں نے دیر کر دی، خیر گلوکوز، انجکشن، آکسیجن اور دوسرے سانس اور حرکت قلب کے آلات لگائے گئے، ایک دن گذرنے کے بعد مجھ کو ہوش آیا، ۴۸ گھنٹے آکسیجن لگائے رکھنے کے بعد میں خطرہ سے باہر آیا، آج تین دن کے بعد نیند آئی اور سکون ملا۔ الحمد للہ آج طبیعت بہتر ہے''۔

قاری رشید خورجوی پھر آگے اپنا تاثر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''دو دن خطرے کے بعد دو دن طبیعت بہت بہتر رہی پانچواں دن اسی حال میں گزرا کہ ڈاکٹروں نے پوچھنے کے بعد کہا ایک دو دن اور رہنے پر ہم آپ کو گھر جانے کی اجازت دے دیں گے، لیکن انجکشن لگنے سے پھر نیند اڑ گئی ۴۸ گھنٹہ گذر گئے اور نیند نہ آئی۔ غذا بالکل بند تھی ساتویں دن ہیجانی کیفیت پیدا ہو گئی چاروں طرف نظریں اٹھا کر دیکھتے اور گھبرا گھبرا کر پوچھتے یہ کون ہے؟ وہ کون ہے؟ ہوش اکثر غائب رہنے لگا، اگلی رات کو حالت مزید خراب ہو گئی، آٹھویں رات کو ہذیانی کیفیت بڑھ گئی اسی

حالت میں اپنی بچی عائشہ کو پکارتے اور بلاتے، چنانچہ مولوی اظہار صاحب جو ان کے خسر ہیں اور مولوی زبیر صاحب (صاحبزادۂ مولانا انعام الحسن صاحب) نے ان کے بچوں کو لاکر دکھایا تو کچھ سکون ملا۔ رات بڑی مشکل سے کٹی، قبض اور پیٹ میں درد اٹھا، بے چینی میں کہتے کہ حضرت شیخ نظام الدین میں آگئے۔ سب نے مصافحہ کرلیا ہے، صرف میں باقی رہ گیا ہوں، حضرت میرے بارے میں کیا خیال کریں گے کہ ہارون اب تک مصافحہ کرنے نہیں آیا بار بار چارپائی سے اٹھتے لوگ ان کو روکتے سمجھاتے کہ حضرت کل آکر خود مل لیں گے۔ آپ تکلیف نہ کریں، وہ سمجھانے بجھانے سے رک جاتے پھر اصرار کرنے لگتے تسکین دلانے سے ان کو نیند آجاتی۔ ایک بار نیند آئی ایک گھنٹہ کے قریب گزر گیا کہ کروٹ لینا ہی چاہتے تھے کہ مسلسل پانچ مرتبہ چھینک آئی۔ اور مجھ سے فرمایا جاکر حضرت شیخ سے کہہ دو کہ اس کو پانچ چھینکیں آئی ہیں۔

دسویں رات کو بندہ مغرب سے قبل ہی پہنچ گیا بے چینی بہت بڑھی ہوئی تھی۔ کہنے لگے کہ حضرت شیخ مجھ کو بلا رہے ہیں تھوڑی دیر کے لیے اجازت دے دو میں مل کر آجاؤں۔ تقریباً ایک بجے کا وقت تھا۔ دو آدمیوں کے سہارے اٹھے، چند قدم چلے اور کہتے رہے کہ حضرت شیخ کہاں ہیں۔ صرف ان کی زیارت کرنا چاہتا ہوں، اتنے میں ڈاکٹر اور نرس جمع ہوگئے، سب نے سمجھا بجھا کر پلنگ پر لٹایا ضعف اور غفلت طاری ہوگئی جب کبھی

آنکھ کھلتی نماز کے بعد باآواز بلند دعا کرتے کرتے سوجاتے، کبھی جمعہ کا خطبہ پڑھنے لگتے، کبھی صرف دعا الفاظ کی تکرار کرتے۔

گیارھویں شب کو جب میں پہنچا تو مجھے قریب کر کے فرمایا کہ میں اللہ میاں سے درخواست کررہا ہوں کہ مجھے بلالیں۔مگر کیا کروں تین دن ہوگئے۔مگر درخواست ہی قبول نہیں ہوتی قاری جی تم بھی دعا کرو، میں نے عرض کیا بھائی ہارون آپ کی صحت کے لیے حضرت شیخ مدظلہ مدینہ پاک میں اور یہاں تمام لوگ دعا کررہے ہیں گھر پر سب مستورات دعا اور تمنا کررہی ہیں کہ آپ کب گھر آئیں۔

بارہویں رات کو غفلت بہت ہوگئی تھی ہر دس منٹ کے بعد انجکشن لگ رہے تھے۔آکسیجن بھی دوبار لگائی گئی۔''

آخری شب

مولوی محمد ہارون صاحب تقریباً ۱۳ دن مرض الوفات میں گرفتار رہے اور جتنا جتنا وقت موعود قریب آتا جارہا تھا وہ دنیا سے دل شکستہ اور دل برداشتہ ہوتے جارہے تھے اور آخرت کی طرف ان کا دھیان بڑھ رہا تھا وہ اس پوری مدت مرض الوفات میں بڑے بے چین اور بےکل رہے اور آخر میں اپنی زندگی سے اتنے مایوس ہوگئے تھے کہ اپنے رب سے ملاقات کی دعا کرنے لگے تھے اور دوسروں سے بھی دعا کے خواہش مند تھے آدھی شب تو ایسی گزری جیسے وہ موت کے لیے بالکل تیار ہوں۔ ان کی زبان سے کلمات خیر نکلتے رہے اور وہ دعاؤں سے رطب اللسان رہے قاری رشید خورجوی لکھتے ہیں:

''تیرہویں شب کو کئی مرتبہ خطبہ پڑھا، خوب دعائیں اور دوسروں کو نصیحتیں کرتے رہے، دن میں کئی بار الٹی آچکی تھی، رات میں پانچ بجے الٹی آئی جو بڑی زبردست تھی۔ اس کے بعد سانس زور سے چلنے لگی۔ باہر کے ڈاکٹر جو کہ رات بھر وہاں ہی رہے انھوں نے دیکھا تو ناامیدی ظاہر کی اور کہا کہ اگر ایک الٹی اور آگئی تو معاملہ ختم ہے''۔

اس آخری شب میں ان کی بے چینی اور بے کلی کا یہ حال تھا کہ وہ باوجود انتہائی نقاہت اور کمزوری کے کئی بار اٹھنے کی کوشش کی اور یہ الفاظ ان کی زبان پر بار بار آئے کہ حضرت شیخ اوپر تشریف فرما ہیں، مجھے بلا رہے ہیں ان سے مل آؤں۔

سحر یا مرض

مولوی محمد ہارون سے اس مرض الوفات کے دوران ایسے اعمال وافعال سرزد ہوئے اور ان کی زبان سے بے چینی و بیقراری کی بنا پر ایسے کلمات ادا ہوئے جن سے بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ کہیں سحر تو نہیں کیا گیا کہ عموماً مرض میں اس طرح کے اعمال وافعال سرزد نہیں ہوتے جیسے مولوی صاحب سے ہوتے رہے قاری رشید خورجوی لکھتے ہیں:

''ادھر عوام میں یہ خبر اڑی کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔ چنانچہ مولوی افتخار صاحب کو کاندھلہ سے بلایا گیا، ان کی آمد میں تاخیر ہوئی تو مولوی عامر صاحب مولوی عبدالرزاق صاحب (جو کہ مظاہری ہونے کے ساتھ حضرت شیخ مدظلہ سے بیعت بھی ہیں ان سے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے

فاطمہ سلمہا کا علاج کرایا تھا) کو بلا کر لائے انھوں نے دیکھ کر سحر تجویز کیا، ایک دن بعد مولوی افتخار صاحب تشریف لائے جبکہ ڈاکٹروں نے سب کچھ بند کر دیا تھا اس لیے مولانا نے چند احباب کو پوری پوری رات پڑھنے کے لئے بٹھایا۔''

مولوی محمد طلحہ صاحب اپنے والد ماجد حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی کو اپنے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

''بعضوں کا خیال سحر کا بھی تھا جس کے لیے ماموں افتخار صاحب نے سورۂ بقرہ پڑھنا تجویز کر رکھا تھا اس سے پہلے بھی وہ اس لائن میں کچھ کرتے رہے تھے، بندہ نے بھی دوبار سورہ بقرہ پڑھی۔''

وفات

تیرہویں شب کے گذرنے کے بعد مولوی صاحب کی حالت اور بگڑ گئی کمزوری اور نقاہت سوا ہوگئی، ڈاکٹروں کی طرف سے ناامیدی ظاہر کرنے کے بعد قاری رشید خورجوی جو رات بھر مولوی صاحب کے پاس رہے تھے اور ان کی آنکھوں کے سامنے یہ مناظر گذرے تھے، فوراً بستی نظام الدین پہنچے اور رات کا حال سنایا، اور مولوی محمد یعقوب سہارن پوری کو اسپتال بھیجا، ادھر مولوی محمد طلحہ صاحب وغیرہ سہارنپور سے یہ سن کر روانہ ہوئے کہ مولوی محمد ہارون صاحب کی طبیعت بہت خراب ہوگئی ہے وہ اپنے اس مکتوب میں جو مولوی محمد ہارون کے انتقال کے بعد ہی اپنے والد ماجد حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کو مدینہ منورہ تحریر کیا تھا لکھتے ہیں:

''پرسوں جمعرات (۲۸؍شعبان ۱۳۹۳ھ) کو مولانا

منور حسین صاحب پہنچے جن سے بھائی ہارون کے متعلق کچھ حال معلوم ہوا ظہر سے قبل ہی حاجی امام صاحب کے لڑکے ظہیر آئے، انھوں نے فون کے حوالے سے خبر بتائی کہ مولوی ہارون کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے خاص طور سے طلحہ کو اطلاع کر دیں، سب کے مشورہ سے مولوی ہارون ندوی کو ساتھ لیا، جو یہاں ایک روز پہلے اندور سے آئے تھے اور روانہ ہو گئے۔ ریل میں بیٹھ کر کچھ دیر گذری تھی کہ بھائی الیاس صاحب بھی پہنچ گئے، ہم تینوں تقریباً ساڑھے نو بجے نظام الدین پہنچے، وہاں سب ہی کو تعجب ہوا کہ تم لوگ کیسے آئے۔ بھائی ہارون کی طبیعت تو ٹھیک ہے۔

صبح فجر کی نماز کے بعد ہم اسپتال گئے وہاں جا کر معلوم ہوا کہ رات سے طبیعت کچھ گڑبڑ ہے اور قے کا بھی سلسلہ ہے۔

ہم لوگ مستقل وہیں رہے۔ دو تین بار قے ہوئی..... پونے گیارہ بجے کے قریب ماموں افتخار صاحب نے سب کو پڑھنے پڑھانے کی طرف متوجہ کیا اور وہ خود بندہ بھائی محمد ہارون کے پاس بیٹھ گئے انھوں نے گیارہ بجے تلقین شروع کی کہ میں بھی تھوڑی تھوڑی دیر بعد کرتا رہا، سوا گیارہ بجے کے بعد مد بصر شروع ہوا، ساڑھے گیارہ بجے سانس اکھڑنے کی تکلیف شروع ہو گئی، گیارہ بج کر ۳۵ منٹ پر بھائی ہارون دار فانی سے دار بقاء کو رحلت کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔"

مولوی محمد ہارون کے انتقال کے دن ۲۹ر شعبان ۱۳۹۴ھ تھی رمضان المبارک کی آمد آمد تھی۔ انتقال کے وقت ان کی عمر ۳۵ سال کی تھی۔

وہ شاخ سبز جس میں نمو بھی تھی نم بھی تھا
کس کی نظر لگی کہ گل افشاں نہیں رہی

انتقال کے بعد مولوی محمد اظہار الحسن صاحب (خسر مولوی محمد ہارون) مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی، ماسٹر محمود الحسن کاندھلوی، حافظ کرامت صاحب وغیرہ مع چند اور احباب کے اسپتال پہنچ گئے۔ اور مشورہ کے بعد یہ حضرات بستی نظام الدین گئے اور مولانا انعام الحسن صاحب مدظلہ العالی کو اس اچانک حادثہ کی خبر کی، ظاہر ہے کہ اس حادثہ کا حضرت مولانا پر کیا اثر پڑا ہوگا۔ کچھ دیر بعد مولانا انعام الحسن صاحب مولانا افتخار الحسن صاحب، مولانا اظہار الحسن صاحب، مولوی محمد طلحہ اور مولوی محمد زبیر گھر کے اندر گئے اور مولانا انعام الحسن صاحب نے گھر کی مستورات کو اس حادثہ کی اطلاع کی۔[1]

جنازہ بستی نظام الدین میں

پون بجے دن کو جنازہ اسپتال کی گاڑی میں نظام الدین لایا گیا اور مسجد کے متصل حضرت مولانا محمد الیاسؒ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے مزارات کے برابر والے کمرے میں رکھا گیا۔ اس وقت تک اہل تعلق کا ہجوم ہو گیا تھا اور ہر شخص بے تاب و بے قرار تھا، آنکھوں میں آنسو اور دلوں پر اداسی چھا رہی تھی۔ قریب دور سے لوگ کھنچ کھنچ کر آ رہے تھے، خدا کی شان اب سے آٹھ سال پہلے اسی کمرہ میں مولوی محمد ہارون کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف صاحبؒ کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور مرکز کے اندر اور باہر تل دھرنے کو جگہ نہ تھی، آج ان کا جنازہ یہاں رکھا ہوا تھا۔

تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ

عصر کے قریب اسی کمرہ میں مولوی محمد ہارون کو غسل دیا گیا غسل دینے

---

(۱) روایت مولوی محمد طلحہ کاندھلوی

والوں میں حاجی حنیف مدرس مدرسہ کاشف العلوم، مولوی شبیر، مولوی داؤد، قاری رشید خورجوی، مولوی یعقوب سہارن پوری، مولانا سعید احمد خاں صاحب مکی امیر جماعت تبلیغ حجاز (جو ان دنوں نظام الدین آئے ہوئے تھے) قابل ذکر ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کچھ اور لوگ موجود تھے، عصر کی نماز کے بعد جنازہ چونسٹھ کھمبے میں جو مسجد سے جنوب جانب لب سڑک واقع ہے لے جایا گیا۔

جنازہ کی روانگی کا منظر بھی بڑا سخت تھا۔ جو بھی موجود تھا اشکبار تھا میواتی اور غیر میواتی سب ہی لوگ موجود تھے مغرب سے پہلے نماز جنازہ حضرت مولانا محمد انعام الحسن صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔ بعد نماز مغرب مسجد کے مغربی جانب اپنی والدہ ماجدہ (جن کا ۱۹۴۷ھ میں انتقال ہو چکا تھا) کی قبر اور گھر کی دیوار کے درمیان سپرد خاک کئے گئے اور ان کا جسد خاکی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دیکھنے والی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔

علیہ تحیۃ الرحمٰن تترویٰ

برحمات غواد رائحات



انتقال کے اثرات ونتائج

اور تأثرات وکیفیات

انتقال کا اثر خاندان پر

مولوی محمد ہارون کی علالت پھران کے انتقال کا اثر یوں تو سارے اہل تعلق پر تھا لیکن سب سے زیادہ اہل قرابت پھران سے بھی بڑھ کران کے شفیق و مربی نانا حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی پر پڑا جوان دنوں مکہ مکرمہ میں تھے۔

انتقال کے فوراً بعد مولوی محمد طلحہ نے اپنے والد ماجد حضرت شیخ الحدیث کو ایک مکتوب ارسال کیا جس میں انتقال سے پہلے اور انتقال کے وقت اور بعد کے حالات تأثرات وکیفیات کوتحریر کیا تھا اس مکتوب میں وہ لکھتے ہیں۔

> ''دوتین باتیں عجیب سننے میں آئیں ۲۹ رشعبان جمعہ کی صبح کو والدہ شاہد[1] نے کہا مجھے تو ایسا لگے مرحوم کا انتقال ہوگیا ہمشیرہ شاہد نے کہا۔ آپا تمہیں کیا ہوگیا۔ کیا کہہ رہی ہوتم۔

---

[1] مولوی محمد شاہد سلمہٗ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ کے نواسہ اور حکیم مولوی محمد الیاس صاحب کے صاحبزادہ ہیں، زیرنظر کتاب کی ترتیب کے سلسلے میں موصوف نے مختلف معلومات حضرت شیخ کے ذخیرہ مخطوطات سے نکال کرراقم کو بھیجی ہیں۔

ہفتہ کی شب میں اہلیہ جب چاند دیکھنے اوپر گئیں تو چاند کی طرف ایسا محسوس ہوا کہ والدہ سعد (اہلیہ مولوی محمد ہارون) سفید دوپٹہ اوڑھے ہوئے ہیں، اور بہت رو رہی ہیں۔ اہلیہ نے لاحول پڑھی اور پھر دوبارہ دیکھا، اسی طرح سے دو تین دفعہ نظر آیا۔

اسی شب میں نفلوں میں والدہ مولوی محمد طلحہ کو محسوس ہوا کہ بھائی ہارون پاس کھڑے ہیں جیسے ہنس کے بات کرتے تھے تالی بجا کے کہہ رہے ہیں پھوپھی ہم تو بھائی ابّا (حضرت مولانا محمد یوسفؒ) کے پاس آ گئے۔ دو تین دفعہ ایسا ہی محسوس ہوا۔''

مولوی محمد ہارون کے انتقال کے وقت مولوی محمد طلحہ موجود تھے اور تلقین بھی کر رہے تھے، تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد وہ سہارن پور واپس ہوئے اس وقت تک سہارن پور میں کسی کو بھی مولوی صاحب کے انتقال کی خبر نہ تھی اور نہ بظاہر اس کا خطرہ تھا، مولوی محمد طلحہ آگے کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

''سہارن پور آتے ہی گھر میں اطلاع نہیں کی گئی، آپس میں مشورہ سے یہی طے ہوا تھا کہ فوراً خبر نہیں کرنی ہے۔ صبح کو کرنا ہے چنانچہ صبح کو اول گھر میں خبر کی پھر والدۂ شاہد کے یہاں والدہ سلمان کو بلوا کر خبر کی سب ہی کے لیے صبر و سکون کی دعا کے لیے درخواست ہے۔ والدۂ شاہد کو دورہ پڑ گیا والدہ کی طرف سے فکر تھا۔ اللہ نے احسان و کرم فرما کر ہمت عطا فرمائی۔''

حضرت شیخ کا تأثر

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کو مولوی صاحب کے انتقال کی فوراً خبر کی گئی، جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ میں تھے۔ اس لئے خبر ہوتے ہوتے کچھ

وقت لگا، اس حادثہ کا جو اثر حضرت شیخ پر ہوا وہ آئندہ کے سطور سے معلوم ہوگا مولوی محمد شمیم مکی اپنے مکتوب میں تحریر کرتے ہیں:

"جس دن نصف شب کے بعد فون پر عزیز محمد ہارون کے انتقال کی خبر ملی ہے گھر میں کوئی بھی سحری نہ کر سکا۔ ہر ایک کی ناگفتنی حالت زبان حال سے یہی کہہ رہی تھی کہ یہ کیا ہوگیا؟

دوسرے دن صبح کو حضرت شیخ مدظلہ کا منظر بھی اب تک بلکہ ہمیشہ دلوں کو بے کل رکھنے کو کافی ہے کہ چہرہ کا رنگ بالکل سفید، آنکھوں میں سرخی اور آنسو چھلکنے کو تیار، گفتگو برائے نام، مگر کیا مجال کہ صبر و ضبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے۔ یہی صبر و استقلال ہم سب کے لیے باعث تقویت بنا اور ان کی ہدایت پر ذکر و دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے سکون بخشا، اپنی زندگی میں صدمات و حادثات کے کس قدر تند و تیز حالات سے وہ گذرے ہیں۔ مگر پھر بھی ہارون مرحوم کا حادثہ ہم نے محسوس کیا۔ ان کے لیے بے حد سخت تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ صحت و عافیت کے ساتھ تمام مسلمانوں پر قائم و دائم رکھے آمین"۔

حضرت شیخ کا مکتوب گرامی

مولوی محمد ہارون کے انتقال کے فوراً بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے حضرت شیخ کو ایک تعزیتی خط لکھا تھا اس وقت حضرت شیخ مدینہ منورہ میں تھے۔ حضرت شیخ نے اس تعزیتی خط کا فوراً جواب دیا جس میں انتقال کی اطلاع، شدت تأثر موصوف کے کچھ کمالات و خصوصیات کا ذکر کیا ہے۔ وہ پورا مکتوب نقل کیا جا رہا ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذھب الذین یعاش فی اکنا فھم
و بقیت فرداً کا لبعیرا لاجرب

مکرم ومحترم مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں صاحب زادمجدہ

بعد سلام مسنون!

''آپ کا تعزیتی گرامی نامہ بے وقت پہنچا، رمضان وہ بھی مدینہ پاک کا، اس کا بھی دوثلث قریب الختم۔ جی تو چاہتا ہے کچھ لکھواؤں۔ مگر لکھوانے کا وقت نہیں، جو کچھ لکھوا رہا ہوں وہ بھی عجلت میں، آپ نے تحریر فرمایا کہ آپ کے لیے تو حضرت مولانا یوسف صاحبؒ وغیرہ وغیرہ ،مولانا! صدمات بہت اٹھا چکا اور اب طبیعت ایسی بے حس ہوگئی کہ خوشی اور رنج دونوں ہی چیزیں میرے لیے مصنوعی سی رہ گئیں، لکیلا تأ سو اعلی مافاتکم ولا تفرحوا بما اتا کم سی کیفیت ہوگئی....کہ رنج وخوشی دونوں چیزیں وقتی سی رہ گئیں۔

جیسا کہ آپ نے بھی تحریر فرمایا، اپنے ذہن نے بھی چچا جان کے اس ارشاد کی بنا پر جو کئی بار عزیز یوسف مرحوم سے فرمایا کہ ''جو میرے قابو میں نہیں آویں گے وہ تیرے قابو میں آویں گے، جو تجھ سے بچ جاویں گے وہ ہارون سے نہیں بچ سکتے'' یہ امید تھی کہ وہ اپنے باپ دادا کا کام کسی وقت میں سنبھالے گا اور اسی امید نے مجھے عزیز مرحوم پر زیادہ سخت بنا رکھا تھا۔ جس کا اب بار بار

خیال آتا ہے، تو رنج ہوتا ہے کہ میں نے مرحوم کی اصلاح کی اور اپنے باپ دادا کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش میں مرحوم پر تشدد بہت کیا جس کی کسی کو خبر نہیں بالخصوص دنیاداروں سے تعلق یا ان کی طرف التفات کے بارے میں، میں اپنے ایک بزرگ سے سن چکا تھا کہ فلاں شخص اہل تو بہت ہے مگر دنیاداروں کی طرف دیکھتا ہے۔ اس واسطے اجازت کے قابل نہیں، اس لیے مجھے عزیز مرحوم کی اس چیز پر بہت نگاہ رہتی تھی مگر چونکہ میں خود اسی کا مریض ہوں اس لیے مااستقمت فماقولی لك استقم اس کی وجہ سے بہت کم اثر کیا: عزیز مرحوم کو بھی اس کی کوشش رہتی تھی کہ مجھے اس نوع کی خبر نہ پہنچے مگر پاس رہتے گھبراتا تھا جب اپنی یہ بات یاد آتی ہے تو یقیناً قلب بہت متاثر ہوتا ہے۔ اور بقول آپ کے جب یہ خیال آجاتا ہے تو دل پر ایک کیفیت ضرور گذر جاتی ہے اس کے علاوہ مرحوم کی عروسہ اور چھوٹے بچوں کا خیال اکثر رہتا ہے۔ گو یہ اپنی کوتاہ نظری ہے میری تو نہ ماں ہے نہ باپ نہ کوئی اور صرف ایک ہی ذات ہے، اور اس کی تربیت کے قربان کہ حقیقت میں رب العالمین ہے یہ دو چیزیں اکثر دق کرتی رہتی ہیں۔ ویسے تو ماہ مبارک ہے، مدینہ پاک، مگر جب دہلی یا سہارن پور میں سے کوئی خط وہاں کے متاثرین کے متعلق سننے میں آتا ہے تو ایک دم دو چار آنسو میرے بھی نکال ہی دیتا ہے ویسے ہر وقت بحمد اللہ کوئی احساس نہیں ہوتا۔

میرا دل چاہتا ہے کہ عزیز محمد ثانی، عزیز مرحوم کے حالات

میں ایک رسالہ ضرور لکھ دے، اصل تو تاریخی واقعات ہی قابل ذکر ہیں ولادت تعلیم، نکاح، اولاد کہ ان چیزوں کے دیکھنے والے نقل کرنے والے بہت ہوں گے، البتہ کمالات میں، میں ایک چیز کا بہت ہی ممنون ہوں۔ عزیز یوسف مرحوم کے بعد اس کے نادان دوستوں نے اور عوامی بھیڑ نے مولانا انعام الحسن صاحب اور اس ناکارہ کے خلاف اسے بہت ہی بری طرح بھڑکایا......
مگر مرحوم نے یہی کہا چچا ابا (مولانا انعام الحسن صاحب) کے ہوتے ہوئے میں بالکل مناسب نہیں تھا۔ یا یہ کہا کہ شیخ ابا کا فیصلہ بہت ہی گہرا ہے وغیرہ وغیرہ، اس فتنہ کا حال آپ کو بھی ضرور معلوم ہوگا اور یہ رمضان نہ ہوتا تو شاید میں تفصیل سے لکھتا، اور یہ مرحوم کی کوئی بزدلی نہیں تھی اس کی جرأت کے واقعات میرے علم میں بھی کئی ہیں۔ اور آخری کارنامہ اپنے بچوں کا تنہا سفر کے لیے لے جانا، یہ اس کی چیز ایسی ہے جو میرے نزدیک اس کے حالات میں آب زر سے لکھنے کے لیے ہے سوانح وغیرہ مقصود نہیں نہ کوئی لمبا چوڑا کام۔

اس ناکارہ کو جمعہ اور شنبہ کی درمیانی شب میں صبح صادق سے دو گھنٹے پہلے آپ کے ڈاکٹر ظفیر الدین کے ذریعہ خبر ہوگئی تھی۔ بھائی عبدالکریم کو نظام الدین سے ٹیلی فون کیا گیا تھا کہ یہ واقعہ پیش آیا ہے زکریا کو جلد از جلد اطلاع کی جو صورت ہو کر دو۔ انھوں نے ٹیلی فون کے الفاظ نقل کیے اور فوراً مطار پر پہنچ کر اس دن چھ بجے شام کو سعودی طیارہ کا دن تھا کہ شاید کوئی مل جاوے،

اس جہاز سے ڈاکٹر ظفیر ہندستان سے واپس آرہے تھے ان کو وہ پرچہ دیا اور انھوں نے اترتے ہی سب سے پہلے بھائی داؤد ساعتی کو حادثہ کی اطلاع کی۔ انھوں نے اول صولتیہ ٹیلی فون دیر تک کیا مگر وہاں کوئی نہ ملا۔ تو حکیم یامین کو کیا، ماموں یامین نے سعدی کو ٹیلیفون پر کہا کہ زکریا کے نام ایک بہت ہی اہم اور فوری خط ڈاکٹر ظفیر لائے ہیں، چونکہ عزیز مرحوم کی بیماری کی اطلاعات کثرت سے آرہی تھیں اس لئے سعدی نے اور اسی کے پاس ابوالحسن بیٹھا ہوا تھا بلکہ ابوالحسن ہی نے کہا کہ اس خط کو پڑھ کر اس کے الفاظ نوٹ کرادو جو انھوں نے کر لئے تھے مگر میں نے سعدی اور ابوالحسن دونوں کو منع کر دیا تھا کہ کسی کو ابھی اطلاع نہ کی جائے کہ سحری ضائع ہوگی۔ عاقل وسلمان کو صبح کو اطلاع دی گئی اور ان کو منع کر دیا تھا کو بچیوں کو اطلاع نہ کریں، تقریباً تین گھنٹے بعد بچیوں کو سو کر اٹھنے کے بعد میں نے پردہ کرا کر بلایا اور آتے وقت ان کو اپنے خاوند سے اس کی خبر ہوگئی میں نے آنے کے بعد بہت ہی سرسری طور پر غیر اہمیت کے ساتھ کہا، کہ اس کا اندازہ تو پہلے سے ہو رہا تھا، رونے سے نہ کچھ اسے ملے گا نہ تمھیں، جاؤ ایک دوسرے کے پاس مت بیٹھو الگ الگ بیٹھ کر قرآن شریف پڑھو، اور رات کو مرحوم کی طرف سے عمرہ کیجیو، مدرسہ صولتیہ آنے کے بعد جو میرے پاس تعزیت کے لیے آتا رہا میں یہی کہتا رہا کہ رنج تو طبعی چیز ہے مگر اس سے نہ مرحوم کو فائدہ نہ مجھے۔ رمضان کے عمرے کو۔ اور اس کا دوستوں میں اعلان بھی کرایا

کہ میری تعزیت صرف یہ ہے۔ میرا اندازہ یہ ہے کہ پہلے دن
مرحوم کی طرف سے دوسو سے زائد عمرے کئے گئے بعضوں نے
دودو کیئے اور اس کے بعد بھی برابر سنتا رہا، میرے نزدیک مکہ مکرمہ
کے قیام میں رمضان کا عمرہ سب سے زیادہ قیمتی چیز ہے۔"

فقط والسلام
حضرت شیخ الحدیث مدفیوضہم
بقلم حبیب اللہ
۱۳/اکتوبر ۱۹۷۳ء، ۱۷/رمضان ۱۳۹۳ھ
مدینہ منورہ

اہل میوات اور دوسرے اہل تعلق کا تاثر

مولوی محمد ہارون کا جب انتقال ہوا تو پورے میوات میں گہرے رنج وغم کا اظہار کیا گیا۔ گذشتہ اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ اہل میوات کو حضرت مولانا محمد اسمٰعیل کاندھلوی کے دورِ حیات سے اس خاندان سے تعلق تھا۔ مولانا محمد اسمٰعیل کے بعد ان کے صاحبزادہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کے بعد ان کے خلف الرشید حضرت مولانا محمد یوسف صاحب اور پھر ان کے صاحبزادہ مولوی محمد ہارون سے میوات کے حضرات تعلق ومحبت رکھتے تھے، اور جب مولوی محمد ہارون کا جوانی میں انتقال ہوگیا تو میوات کے حضرات بہت زیادہ متاثر ہوئے، میاں جی عیسیٰ بیان کرتے ہیں:

"اہل میوات کو آپ سے خاص محبت تھی، انتقال پر جو لوگ آئے تو اکثر نے یہ کہا کہ حضرت مولانا محمد یوسف کے انتقال پر لوگوں نے ہم سے کہا تھا کہ اہل میوات یتیم ہوگئے لیکن ہمیں آج محسوس ہو رہا ہے کہ ہم حقیقتاً یتیم ہوگئے"۔

اہل قلم میواتی اور غیر میواتی حضرات نے مولوی صاحب کے انتقال کے بعد مضامین کی شکل میں اپنے تأثر کا اظہار کیا، بعضوں نے ان کے فراق وجدائی پر اشعار میں اپنے خیالات قلم بند کئے اور جو لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے انھوں نے ایصال ثواب اور دعا کو ان کی خدمت اور اظہار تعلق کا ذریعہ بنایا۔

قطعہ و مادۂ تاریخ

مولانا محمد شکیل عباسی ندوی نے مولوی صاحب کے انتقال پر حسب ذیل قطعہ کہا ہے جس کے آخری مصرعہ سے سن وصال نکلتا ہے۔

نور عین حضرت جیؒ ہارون　　　　در جوانی شدہ واصل بہ صمد

ہاتف غیب ندا داد شکیل　　　　شمع یوسف بہ شبستان ابد

۱۳۹۴ھ

راقم السطور نے بھی دو تاریخیں نکالی ہیں وہ درج ذیل ہیں:

مات خیر الناس

۱۳۹۴ھ

دل ہمہ داغ شد

۱۳۹۴ھ

ایصال ثواب کی کثرت

مولوی محمد ہارون کے انتقال کی خبر آگ کی طرح ہندوستان، پاکستان اور حجاز میں پھیل گئی، ادنیٰ سے ادنیٰ تعلق رکھنے والوں نے اپنی شدت تأثر کا اظہار کیا اور ایصال ثواب کیا اور ان کے حق میں اتنا پڑھا گیا جن کی مثال کم ہی ملتی ہے۔

مولوی محمد شمیم صاحب مکی کثرت ایصال ثواب کا ذکر کرتے ہوئے اپنے صاحبزادہ کا ایک خواب لکھتے ہیں جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔

''موت سے تو کسی کو مفر نہیں، مگر میں سمجھتا ہوں کہ مرنے کے بعد ہر نوع کے ایصال ثواب سے جس قدر خوش نصیب اور مالا مال عزیز ہارون رہا شاید ہی کسی کو یہ سعادت میسر آئی ہو، میں نے حضرت شیخ کے متعدد لوگوں سے سنا ہے کہ ماہ رمضان میں اور اس کے بعد ایک ہزار طواف اس کی طرف سے ہوئے ہوں گے، اسی طرح عمرے اور تلاوت وذکر وغیرہ بھی، اور مکہ معظّمہ میں ماہ مبارک کے طواف وعمرہ کی فضیلتوں اور ثواب کا کیا ٹھکانہ ہے، انتقال کے دس بارہ روز بعد میرے بڑے بچہ عزیز محمد حشیم نے خواب دیکھا کہ وہ حرم محترم میں رکنِ یمانی کی طرف جا رہا ہے اور سامنے سے گویا طواف سے فارغ ہو کر عزیزی ہارون آرہے ہیں۔ تو حشیم بڑھ کر بیقراری کے ساتھ ہارون سے لپٹ کر کہنے لگا کہ بھائی ہارون آپ ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ مرحوم نے جواب دیا نہیں تو میں یہاں ہر وقت حرم میں رہتا ہوں، پہلے تو اس کی تعبیر سمجھ میں نہیں آئی۔ مگر بعد میں والد صاحب قبلہ نے فرمایا۔ اور شاید حضرت شیخ نے بھی اس کی تصدیق کی، کہ مرحوم کی طرف سے حرم مکہ میں طواف، دعا، عمروں اور تلاوتوں کی شکل میں جو بے حد و حساب ایصال ہوا ہے، شاید اسی کی طرف اشارہ ہے کہ تم لوگوں نے گویا مجھے مکہ میں بلا رکھا ہے۔ یا ممکن ہے کہ حرم اور مکہ معظّمہ سے محبت وتعلق کی طرف اشارہ ہو کہ مرحوم ایک سال مستقل یہاں رہنے کا خواہش مند تھا اور بزرگوں کے مشورہ کا منتظر۔''

حالات وکمالات، امتیازات وخصوصیات

مولوی محمد ہارون نے اگر چہ عمر بہت کم پائی اور وہ اپنی عمر طبعی کو نہ پہنچ سکے مگر خدا نے ان کو اس کم عمری میں بعض ایسی خصوصیات عطا فرمائی تھیں اور ایسے صفات سے متصف کیا تھا جو خدا کے خاص بندوں کو ملا کرتے ہیں۔ یہ صفات کسبی نہ تھے بلکہ وہبی تھے۔ ۳۵ سال کی عمر کیا عمر ہوتی ہے لیکن بزرگوں اور مشائخ کی نگاہ توجہ، خاندانی اکابر کی تربیت، تبلیغی بزرگوں کے الطاف وعنایات، اہل علم حضرات کی مشفقانہ نظر کی وجہ سے مولوی محمد ہارون ایک ایسے راستے پر پڑ گئے تھے کہ وہ حوادث و امراض کا شکار نہ ہوتے اور خدا کی طرف سے پیام اجل نہ آجاتا تو وہ ملت اسلامیہ کے لیے قیمتی سرمایہ ہوتے مگر خدا کو کچھ اور منظور تھا۔

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے خلافت عنایت فرماتے ہوئے امید ظاہر کی تھی کہ مولوی محمد ہارون دین کا کام کریں گے۔ اور اپنے بزرگوں کی امانت کا حق ادا کریں گے، مگر کسے معلوم تھا کہ اللہ کو کیا منظور ہے۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں:

> ”ربیع الاول ۱۳۹۱ھ میں جب یہ ناکارہ حجاز کے لئے روانہ ہورہا تھا اور عزیز ہارون حجاز سے ہندستان واپس آ گیا تھا تو چچا جان (مولانا محمد الیاس صاحبؒ) کا عمامہ میں نے سہارنپور میں عزیز مرحوم کو یہ کہہ کر یہ تمہارے دادا جان کا عطیہ ہے، اللہ جل شانہ تمہیں

مبارک کرے، اس کی برکات سے میں تو کچھ فائدہ نہ اٹھا سکا، اللہ
تمہیں متمتع فرمائے، دے آیا تھا، مقدرات کی کسی کو کیا خبر ہوتی
ہے۔ اپنا تو دل چاہتا ہے کہ میرے بعد مرحوم اس سلسلہ کو باقی رکھے
گا۔ مگر کیا خبر تھی وہ پہلے ہی اڑ جائے گا''۔

اہل میوات کو ان کے اور ان کے صفات وکمالات، ان کے ہوش گوش، جرأت مندی اور حق گوئی اور بے باکی، یقین وتوکل اور دوسری صفات سے بڑی امیدیں وابستہ تھی۔ مگر حیف ؎

جس کو پامال کیا بادِ حوادث تو نے
یہی غنچہ کبھی کھلتا تو گلستاں ہوتا

جو لوگ مولوی محمد ہارون کے قریب رہے ہیں اور ان کی جلوت وخلوت کو بغور دیکھا ہے یا جن کی تربیت میں وہ رہے ہیں ان سب کا متفقہ بیان ہے کہ وہ ایسے جوان صالح تھے جن کی صفات کو دیکھ کر یقین، عزم وہمت، عمل جرأت و بے باکی کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ ان کی خصوصی صفات کو مولانا عبید اللہ بلیاوی اس طرح بیان کرتے ہیں۔

''میں مولوی محمد ہارون کے عزم، عدم مخافۃ لومۃ لائم،
ہیبت وجلال، دل کی صفائی، حق گوئی کا بڑا قائل ہوں۔''

حضرت شیخ مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

''مرحوم میں جرأت اور نظم کی صلاحیت بہت تھی۔''

میاں جی عیسیٰ کہتے ہیں:

''مرحوم دل کے اتنے صاف تھے جو دل میں آتا تھا اسے
فوراً اسی طرح ظاہر کردیتے تھے۔''

الغرض وہ بیماریوں، ناکامیوں اور مختلف النوع شدائد کا شکار ہونے کے باوجود ہمت و جرأت اور رجائیت کا مجسمہ تھے اور اپنی زبان حال سے گویا تھے۔

در عشق غنچہ ایم کہ لرزد ز باد صبح
در کار زندگی صفت سنگ خارہ ایم

اب ان کے چند کمالات و خصوصیات کا ذکر بے قدر تفصیل سے کیا جاتا ہے اور ساری صفات قریب سے دیکھنے والوں کے مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں پیش ہیں۔

امید ہے کہ ان صفات کا تذکرہ ان سبھی جوانوں کے لیے مشعل راہ کا کام دے گا جو دین کی خدمت کا ذوق رکھتے ہیں، اور حوصلہ مند غیور و بے باک، خوددار اور عزم و یقین کا پیکر بن کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں۔

کسر نفسی اور ایثار و قربانی

قاری رشید خورجوی جو مولوی محمد ہارون کے قریب ترین ساتھی اور رفیق سفر رہے ہیں ان کے متعلق لکھتے ہیں:

> ''بہت سے انتظامی امور میں اللہ نے ان کو اچھی صلاحیت دی تھی کسی کام کا ارادہ کرتے تو ہمت، حوصلہ کے ساتھ اس کو کر گزرتے، اگرچہ قریب کے احباب ناراض ہوتے، مگر ان کو سمجھاتے خود ان سے ناراض نہ ہوتے، کبھی ایسا موقع بھی آیا تو جلد ہی معافی تلافی کر کے تعلقات کو برقرار رکھنے کی سعی کیا کرتے تھے، ضرورت کی چیزیں جمع کرنے کی کوشش کیا کرتے۔ مگر اپنے لیے نہیں بلکہ دوسرے احباب کی ضرورتوں کو مقدم رکھتے، قریب کے

لوگوں کا مشاہدہ ہے کہ عزیز سے عزیز چیز بھی دوسروں کو دینے اور
دوسروں کی ضروریات پوری کرنے میں ملکہ رکھتے تھے، دیکھنے
والے کہتے ہیں کہ اس طرز عمل سے ہم لوگ حیرت میں پڑ جاتے
تھے کہ ایسا بھی کوئی بے نفس ایثار کرنے والا اور دوسروں کے کام
آنے والا بھی ہوتا ہے۔"

"مولوی محمد ہارون کی کسی کے ساتھ نرم گرم بات ہو جاتی تو خود معافی مانگنے میں پہل کرتے اور دل میں کوئی بات نہ رکھتے"۔

خدمت خلق کا جذبہ، طلبا اور مہمانوں کا اکرام

خدمت خلق کا جذبہ بہت پایا تھا۔ اور اس کے مظاہر آئے دن رونما ہوتے تھے، کہیں سے کوئی ہدیہ ملتا تو اس کو اپنے پاس نہ رکھتے بلکہ اس کا خیال تک نہ آتا، اور فوراً دوسرے کو پیش کر دیتے، یہ جذبہ اتنا زیادہ بڑھا ہوا تھا کہ اکثر مقروض رہتے تھے، غریب طلبا کی خفیہ امداد کرنا ان کا شیوہ خاص تھا۔ حافظ صدیق نوح والے کہتے ہیں۔

"بعض مرتبہ سالن وغیرہ دسترخوان پر ختم ہو جاتا تو فرماتے،
بھائی میرے حجرہ میں دیکھو سرکہ و شہد رکھا ہے وہ لانا، بعض مرتبہ
جیب سے روپئے نکال دیتے کہ فوراً ہوٹل سے مہمانوں کے لیے
سالن لاؤ، کبھی مہمانوں کے لیے روٹی وغیرہ میں دیر ہوتی تو خود
جا کر پکانے لگ جاتے، ایک دفعہ مولوی معین الدین کو پچاس
روپئے دے کر فرمایا ان کی لڑکوں کے لیے تپائیاں بنوا کر دو،
جب تپائیاں بن گئیں تو ہر مکتب میں بھیج دیں، سردی کے موسم
میں حفظ قرآن کے درجہ میں پردے وغیرہ نہ تھے، مجھ سے فرمایا
کسی سے سوال تو کرنا نہیں ہے، خدائے پاک ہی سے مانگنا

ہے۔آپ کے پاس پرداوغیرہ ہوتو دے دوتا کہ طلبا سردی سے
محفوظ رہیں۔چنانچہ بوریوں سے سردی سے حفاظت کرادی گئی۔
اس طرح چھتوں اور حوض میں بچوں کی حفاظت کے لیے جنگلے
حضرت جی سے اجازت لے کرلگوادیئے، اسی طرح ایک مرتبہ
کہا کہ پچھلی طرف کوڑا کباڑ بہت رہتا ہے یہاں پر گھاس لگ
جاوے تو بچے سبق یاد کرلیا کریں گے اور میدان بھی صاف رہے
گا پھر کھڑے ہوکر مٹی ڈلوائی اور گھاس لگوا کر صاف ستھرا کرادیا۔''

حق گوئی و بے باکی اور عزم واحتیاط

انسان کا یہ بڑا کمال ہے کہ اس کے اندر حق گوئی و بے باکی کی صفت پیدا ہو، اور وہ حق بات کہنے میں کسی لالچ وخوف کا شکار نہ ہو، اور اس معاملہ میں اس کے اندر کسی قسم کی نرمی یا خوشامد اور چاپلوسی نہ پیدا ہو۔اس کے متعلق اقبال نے کہا ہے۔

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

مولوی محمد ہارون کو یہ جذبہ اپنے والد ماجد اور بزرگوار دادا کے ورثہ میں ملا تھا، راقم السطور کو خوب یاد ہے کہ جولائی ۱۹۴۳ء میں حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ ایک بڑی جماعت کے ساتھ لکھنؤ تشریف لائے تھے اور چند دن دارالعلوم ندوۃ العلماء میں قیام فرمایا تھا، ان کے تشریف لانے سے لکھنؤ کی فضا ایمان ویقین اور تبلیغی دعوت کے نور سے معمور ہوگئی تھی۔ ہر بڑے محلّہ میں جماعتیں گشت کرتیں اور ہر بڑی مسجد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر ہوتی۔

لکھنؤ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کانپور کا سفر فرمایا۔اس سفر میں مولانا

سید سلیمان ندویؒ بھی حضرتؒ کے ہمرکاب تھے۔ کانپور میں جماعت کا قیام مدرسہ فیض عام میں ہوا۔ اس جماعت میں راقم السطور بھی تھا۔ اور مجھ پر حضرت کی بے پایاں محبت وشفقت تھی۔ مسلم حلیم کالج کے وسیع ہال میں تبلیغی اجتماع تھا اور طلبا، واساتذہ کے سامنے حضرت کی تقریر ہونے والی تھی۔ جس وقت ہال میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ داخل ہونے لگے تو اچانک ان کی نگاہ دروازوں اور دیوار پر گئی جن پر مشہور ادیبوں اور سیاسی لیڈروں کی تصویریں لٹکی ہوئی تھیں۔ حضرت مولانا کے قدم رک گئے اور فرمایا جب تک یہ تصویریں ہٹائی نہیں جاتی یا ان کو کپڑے سے ڈھانپ نہیں دیا جاتا میں قدم اندر نہیں رکھ سکتا۔ حضرت مولانا کے پیچھے مولانا سید سلیمان ندوی اور دوسرے علماء اور تبلیغی جماعت کے حضرات اور کالج کے طلبا اور اساتذہ کھڑے تھے۔ اعلان حق اور جرأت وبے باکی کے مظاہرہ کا یہ بڑا پرکیف اور روح پرور منظر تھا۔ کالج کے پرنسپل عبدالشکور صاحب نے فوراً ان تصاویر کو کپڑے سے ڈھانپ دینے کا حکم دیا۔ اور تصویروں کو ڈھانک دیے جانے کے بعد حضرت مولانا اندر تشریف لے گئے۔

اس حق گوئی وبے باکی کا دوسرا منظر ان کے صاحبزادہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے پیش فرمایا۔ میں نے اس واقعہ کو اپنی کتاب ''سوانح حضرت مولانا محمد یوسف'' میں تحریر کیا ہے۔

دوسرا واقعہ یہ ہے کہ ۱۹۶۱ء میں حضرت مولانا محمد یوسفؒ پالم ایرپورٹ پر ہوائی جہاز میں سوار ہونے لگے تو جہاز پر گانا ہو رہا تھا، مولانا نے اس گانے کو روک دینے کو فرمایا۔ جس کو جہاز والوں نے قبول کیا اور گانا بند کر دیا گیا۔ حالانکہ جہاز والے اس کے مکلّف نہ تھے کہ اس میں ہر قوم وملت کے افراد سوار تھے مگر حضرت مولانا کی جرأت وبے باکی اور یقین کا کرشمہ تھا کہ جہاز والے گانا روکنے پر مجبور ہو گئے۔

یہی جذبہ ان کے صاحبزادہ مولوی محمد ہارون کے اندر تھا۔ وہ بھی کلمۂ حق کے کہنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے اور نہ خلاف شرع کاموں میں کسی کی رورعایت کرتے تھے اور تقوی اور احتیاط کا دامن نہ چھوڑتے تھے۔ ڈاکٹر اسمٰعیل مدنی بیان کرتے ہیں کہ مولوی محمد ہارون نے اپنا یہ واقعہ خود مجھ سے بیان کیا۔ یہ واقعہ ۱۳۹۱ھ کے سفر حج کے دوران ''الخبر'' کے راستہ کا ہے جہاں ایک تبلیغی جماعت مولانا سعید احمد خاں صاحب کی امارت میں گئی تھی، مولانا کہتے ہیں:

> ''جب ریاض سے ہم لوگ واپس آرہے تھے اور ٹیکسی میں سوار تھے میں پچھلی سیٹ پر بیٹھا ہوا تھا، ٹیکسی والے نے ریڈیو بجانا شروع کیا۔ میں نے اس کو منع کیا کہ ریڈیو نہ بجائے لیکن باوجود اصرار کے وہ نہ مانا۔ میں نے پیچھے کھڑکی کا شیشہ نیچے اتار دیا چونکہ ٹیکسی بہت تیز رفتاری سے چل رہی تھی شیشہ اتارنے سے ہوا کا شور خوب ہونے لگا۔ ٹیکسی والے نے کہا شیشہ چڑھا دو۔ میں نے جواب دیا ریڈیو بند کردو تو شیشہ چڑھاؤں۔ اس نے مجبوراً ریڈیو بند کردیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اس نے ریڈیو بجانا شروع کردیا۔ میں نے پھر شیشہ اتار دیا، اس نے پھر شور مچایا۔ میں نے کہا ریڈیو بند کرو تو چڑھاؤں، اس نے ریڈیو بند کردیا دو یا تین دفعہ ایسا ہوا پھر اس نے ریڈیو بجایا ہی نہیں۔''

یوسف ثانی

مولوی محمد ہارون اپنے والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف صاحب سے بڑے مشابہ تھے۔ متعدد اوصاف اور کمالات ان کے ہم رنگ، یقین وتوکل دعا کا ذوق، دعا کرنے کا انداز، نماز پڑھنے کے طریقہ میں ان کے قدم بقدم صورت و

شکل میں اور سراپا میں بالکل مولانا یوسفؒ معلوم ہوتے تھے۔اس لیے ان کو اگر یوسف ثانی کہا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا، دیکھنے والے دور سے مولانا یوسف سمجھتے۔عمر کی کمی کی وجہ سے چہرہ پر شادابی اور سرخی زیادہ تھی آواز میں اتنا بھاری پن نہ تھا مگر قرآن شریف پڑھتے وقت دھوکہ ہوجاتا۔اور مولانا یوسف کا شبہ ہوتا- وضع قطع، داڑھی، مسکرانے، بولنے چالنے میں والد ماجد سے بہت مشابہت تھی-راقم السطور کا یہ تأثر ہے کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ان کو دیکھا ہو اور مولانا محمد یوسفؒ یاد نہ آئے ہوں۔ پہلی نظر ہی سے مولانا کی یاد دل کو گدگدانے لگتی تھی۔یہ تاثر راقم السطور ہی کا نہیں بلکہ ہر دیکھنے والے کا ہوگا۔قاری رشید خورجوی کہتے ہیں:

''صورت وشکل میں اور بہت سی اداؤں میں اپنے والد مرحوم کی ایسی یادگار تھے کہ دیکھ کر حضرت مولانا محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہ یاد آجاتے تھے، اکثر خطبہ اور نماز ابا جان کے لہجہ میں پڑھایا کرتے تھے تو اکثر لوگوں کو گریہ طاری ہوجاتا تھا گویا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ حضرت جی مرحوم دوبارہ زندہ ہوکر آ گئے''۔

مولانا افتخار صاحب فریدی جنھوں نے حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ سے تبلیغی کام میں حصہ لیا اور کام میں سبقت حاصل کی ۔ پھر مولانا محمد یوسف صاحبؒ کے یہاں حاضر باش رہے اور ہند و بیرون ہند کے دورے کیے وہ بیان کرتے ہیں:

''مولوی محمد ہارون صاحب مرحوم کی شکل وصورت وضع قطع اور ہیئت میں ان کے والد مرحوم کا رنگ خوب نظر آتا تھا۔ دعا میں بھی وہ جھلک پیدا ہوگئی تھی۔ ان کے والد صاحب نے جن لوگوں کو چلایا لگایا، ان سے تعلق رکھنے کا جذبہ بھی ان میں

خوب تھا۔ میری طرف تو بہت توجہ اور التفات فرماتے تھے۔
امید تھی کہ باپ دادا کے کام کو اسی رنگ میں خوب کرنے والے
بنیں گے۔"

تبلیغی کام کرنے والوں کو عموماً اور اہل میوات کو خصوصاً مولوی محمد ہارون سے انھیں اوصاف وکمالات اور والد ماجد کے ہم رنگ ہونے کی وجہ سے، نیز ان کے صاحبزادہ ہونے کے سبب سے بہت ہی زیادہ تعلق تھا۔ اور ان کو مولانا محمد یوسف صاحب کی جگہ سمجھتے تھے ایک ایسے صاحب' جو ۱۹۴۷ء سے نظام الدین سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی حیات میں برابر جاتے رہے ہیں، وہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت مولانا محمد یوسفؒ کے بعد جب میں پہلی بار بنگلہ
والی مسجد بستی نظام الدین گیا تو میوات اور غیر میوات کے کثیر
تعداد میں لوگ موجود تھے ہر طرف سے جماعتیں آئی ہوئیں تھیں۔
جمعہ کا دن تھا اذان جمعہ سے پہلے ہی سے صفیں بھر گئی تھیں مجھ کو
حوض کے قریب جگہ ملی۔ جمعہ کی دوسری اذان ہوئی اور خطیب
نے خطبہ شروع کیا پہلا ہی جملہ الحمدللہ میں نے سنا تھا کہ دل پر
ایک چوٹ لگی، معلوم ہوتا تھا کہ حضرت مولانا محمد یوسفؒ خطبہ
دے رہے ہیں بیساختہ نظر امام پر پڑی، لباس اور صورت وشکل
سے بھی امام مولانا یوسف معلوم ہوتے تھے۔ آواز بھی مولانا
یوسف جیسی آواز، انداز اور لہجہ بھی ان کا، لباس اور عبا بھی غالباً
انھیں کی۔ یہ منظر دیکھ کر خوشی وغم کے ملے جلے آنسو آنکھوں میں
آ گئے۔ دل کیف ومستی میں ڈوب گیا۔ پورا خطبہ اسی انداز کا تھا

جب خطیب نے دوسرے خطبہ میں قنوت نازلہ کے الفاظ پڑھے تو وہی جوش وخروش پیدا ہوگیا۔ جو حضرت مولانا محمد یوسفؒ میں ان دعاؤں کے پڑھنے میں پیدا ہوتا تھا۔ خطبہ ختم ہوا اور خطیب نے تکبیر تحریمہ کی تو بالکل مولانا مرحوم معلوم ہوتے تھے۔ غرض کہ خطبہ سے لے کر نماز تک امام نے اسی انداز سے پڑھائی، یہ امام وخطیب حضرت مولانا یوسف تو نہ تھے۔ بلکہ ان کے صاحبزادہ مولوی محمد ہارون تھے جنھوں نے اپنے والد ماجد کی پوری نقل کی تھی اور یہ نقل کبی نہ تھی وہی معلوم ہوتی تھی۔ میری زبان پر بے اختیار الـولـد سـرٌ لابیـہ کا جملہ آگیا۔ اور مجھے مولوی محمد ہارون کی قدر اور بے پایاں محبت وتعلق محسوس ہونے لگا۔"

ایک دوسرے صاحب جو حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی حیات میں نہ بستی نظام الدین گئے تھے، نہ میوات ان کے انتقال کے بہت دنوں کے بعد وہ ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ بستی نظام الدین گئے۔ پھر میوات کا سفر کیا اپنے تأثر کا ذکر اس طرح کرتے ہیں۔

"میں ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ میوات گیا۔ ایک گاؤں میں جس کا مجھ کو نام یاد نہیں اجتماع تھا، میں اجتماع گاہ سے ذرا فاصلہ پر تھا۔ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعہ اسٹیج پر سے مولوی محمد ہارون کی تقریر شروع ہوئی۔ جس وقت میں نے مولوی صاحب کی زبان سے خطبہ مسنونہ کے الفاظ سنے تو دل پر ایسا اثر پڑا کہ میں بے قرار ہوگیا۔ ان کی پُر جلال آواز اور پڑھنے کا دلکش انداز ایسا تھا کہ میں بلا تاخیر اٹھ کر جلسہ گاہ پہنچا۔ سنا کرتا تھا کہ حضرت جی مولانا

محمد یوسف صاحبؒ کے الفاظ میں بلا کی تاثیر تھی اور ہر سننے والا
ان کی تقریر سے ایمان ویقین کی لذت محسوس کرتا تھا مجھ کو تو مولوی
محمد ہارون صاحب کی تقریر میں ویسے ہی لذت محسوس ہونے لگی
اور میرا دل ایمان ویقین کی لذت سے سرشار ہونے لگا۔ جب
ان کا یہ حال ہے تو ان کے والد ماجد حضرت مولانا محمد یوسف
صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کیا حال ہوگا۔ اسی طرح جب اجتماع کے
ختم پر مولوی محمد ہارون صاحب نے دعا فرمائی تو وہ دعا میرے
دل میں گھر کرتی گئی۔ اور میری آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور میں
تبلیغی کام کا ایسا جذبہ اور دعوت دین کا ایسا ولولہ لے کر اٹھا کہ آج
تک وہ زندہ تابندہ ہے"۔

انداز تقریر

مولوی محمد ہارون میں حضرت مولانا محمد یوسفؒ کی سادگی، متانت اور وقار صاف جھلکتا تھا۔ وہ بہت کم ہنستے تھے۔ خاموشی میں اپنے والد سے بڑھ گئے تھے اکثر اپنے حجرہ میں تنہا رہتے۔ لیکن تقریر وغیرہ میں وہ کھلتے اور تقریر بھی اپنے والد ماجد کی طرح کرتے اکثر وہی الفاظ تمثیلیں بیان کرتے، وہی اصطلاحات اپنی زبان سے ادا کرتے جو حضرت مولانا مرحوم کی زبان سے ادا ہوتی تھیں مولوی محمد شمیم صاحب ملی اپنا تأثر اس طرح بیان کرتے ہیں۔

"عزیز مرحوم کی آواز، انداز، بولنے کا طریقہ، بالکل حضرت
مولانا یوسفؒ صاحب جیسا تھا۔ میرے پاس، حضرت مولانا
یوسف صاحب کے آخری حج میں میدان عرفات کی تقریر کا ریکارڈ

بھی موجود ہے جو ایک لاثانی یادگار ہے، میں نے حضرت مولانا یوسف صاحب کی اور عزیز ہارون کی تقریروں کو دو علاحدہ مشینوں پر چڑھا کر دوسرے کمرے میں آ کر دیر تک کبھی یہ کبھی وہ چلا کر موازنہ کیا۔ خدا شاہد ہے کہ فرق بہت مشکل سے محسوس ہوتا تھا''

دوسری جگہ مولوی محمد شمیم صاحب مکی لکھتے ہیں:

''آخری حج میں حسب معمول شب جمعہ کو مسجد نور مکہ معظمہ میں بعد مغرب اجتماع میں ان کا بیان ہوا۔ میں کسی وجہ سے دیر سے پہنچا، تو بیان شروع ہوئے تقریباً ۲۰ منٹ ہو چکے تھے۔ مسجد کے پھاٹک میں قدم رکھتے ہی ٹھٹک گیا کہ یہ تو حضرت جی مرحوم ہیں۔ اندر پہنچا تو مسجد کے ایک کونے میں مولانا سعید صاحب امیر مکہ معظمہ گردن جھکائے، آنکھیں بند کئے بیٹھے نظر آئے۔ میں نے ہلا کر پوچھا کہ مولانا کیا ہو رہا ہے۔ فرمانے لگے سوچ رہا ہوں کہ یہ مولوی ہارون تقریر کر رہے ہیں یا حضرت جیؒ۔ میں نے کہا کہ میرا دل بھی یہی کہ رہا ہے کیونکہ مضمون، آواز انداز طریقہ سب نمایاں طور پر حضرت مولانا یوسف صاحب کا نقشہ ثانی معلوم ہوتا ہے''۔

صوفی انعام اللہ اپنا تاثر اس طرح بیان کرتے ہیں:

''حضرت مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد فوراً مرزا پور ضلع سہارن پور سے کئی میل دور ایک گاؤں میں اجتماع تھا مولوی محمد ہارون حضرت شیخ مدظلہ العالی کی خدمت میں آئے ہوئے تھے میں نے مولانا محمد ہارون صاحب

اور مولانا محمد طلحہ صاحب کے لیے اجازت مانگی، حضرت شیخ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ راستہ دشوار گذار تھا پتھریلے علاقے سے ہوتے ہوئے اجتماع گاہ پہنچے، لوگ منتظر تھے آپ نے پہنچتے ہی تقریر شروع کردی۔ مولانا محمد ہارون صاحب کی یہ پہلی تقریر تھی۔ جو میں نے سنی۔ انداز بالکل حضرت مولانا محمد یوسفؒ والا تھا اور جوش میں ان کی جھلک تشکیل اور دعا میں تو بالکل اپنے والد ماجد کے نقش قدم پر معلوم ہوتے تھے اکثر آدمی رو رہے تھے کہ حضرت جی مرحوم یاد آرہے تھے اور بے اختیار سب کے دلوں سے موصوف کے حق میں دعائیں نکل رہی تھیں۔ تقریر توحید کے موضوع پر کی تھی۔ میں نے واپسی پر حضرت شیخ سے ان کی تقریر کا حال بیان کیا تو حضرت بہت ہی خوش ہوئے۔‘‘



مولوی محمدؐ ہارُون کی ایک تقریر

مولوی محمد ہارون مرحوم کی ایک ریکارڈ شدہ تقریر کی نقل جو ۲ر ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ کو مدرسہ صولیتہ مکہ معظّمہ کے ہال میں اجتماع مستورات میں ہوئی افسوس ہے کہ حمد وثنا اور آیات کریمہ کا مقدمہ ریکارڈ نہیں ہو سکا۔

نقل وتیار کردہ: محمد زعیم و محمد حشیم عثمانی۔ مکہ مکرمہ

میری ماؤں، بہنوں! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس پاک جگہ میں اپنی رحمتوں سے نوازنے کو بلایا ہے۔ اس جگہ پر بہت کچھ سمجھ کر رہنا ہے، بہت عقل سے چلنا ہے، دنیا میں کوئی شخص کسی کو کچھ نہیں دے سکتا، نہ ایک دے سکتا ہے نہ ایک لاکھ نہ ایک کروڑ۔ دینے والی صرف اللہ کی ذات ہے، اس جگہ آکر خدا سے کس طرح لیا جائے، کس طرح مانگا جائے۔ دنیا میں انسانوں کی کمی نہیں ایک ہے انسان ایک ہے مسلمان۔ اللہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ بندہ انسان ہے یا مسلمان۔ انسان ہونا کمال نہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں کو اختیار کر کے سچا مسلمان بن کر مانگنا ہے اور لینا ہے۔ اس سرزمین پر یہی سیکھنا ہے کہ سچا مسلمان کیسے بننا ہے اور اللہ سے کس طرح لینا ہے۔ صرف انسان بن کر زندگی گزارنا نہیں ہے خالی انسان ہونا انسان کا کمال نہیں ہے بلکہ انسان کا کمال یہ ہے کہ انسان مسلمان بن کر دکھلائے

اللہ نے یہ دیکھنے کو منع کیا۔ نہیں دیکھوں گی اور نہیں دیکھوں گا۔ چاہے میری جان نکل جائے۔ یہ اعضاء غلط نہیں چل سکتے اور یہ دماغ غلط نہیں سوچ سکتا جب انسان اس اعلیٰ درجہ کو پہنچ جاتا ہے، تو خالی انسان نہیں رہتا۔ بلکہ وہ مسلمان ہی بنتا ہے۔

اس وقت صرف انسان ہیں مسلمان نہیں۔ ہماری نگاہیں غلط اٹھتی ہیں، ہمارا ہاتھ غلط چلتا ہے۔ ہماری ناک غلط سونگھتی ہے۔ ہماری زبان غلط بولتی ہے۔ کیوں غلط بولتی ہے؟ اس لیے غلط بولتی ہے کہ یہ معلوم نہیں کہ مرنے کے بعد یہ زبان ہم کو کس طرح پکڑوائے گی، اور یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ ہاتھ مرنے کے بعد کس طرح پکڑوائے گا؟ یہ معلوم نہیں ہے کہ ہم کو یہ پیر مرنے کے بعد کس طرح پکڑوائیں گے۔ اگر اس کا یقین ہو جائے کہ یہ اس طرح پکڑوائیں گے، اس طرح پٹوائیں گے۔ تو کوئی انسان اس بات کو گوارہ نہیں کرسکتا کہ جھوٹ بولے اور کوئی غلط دیکھے۔

یوں فرماتے ہیں کہ مرنے کے بعد خداوند کریم زبان کو تو کردیں گے بند۔ آنکھ سے فرمایا جائے گا کہ بول تیرے سے کیا عمل کیا گیا۔؟ وہ کہے گی، اے خدا! میرے سے یہ عمل کیا گیا۔ فلاں وقت فلاں گھنٹہ میں فلاں منٹ اتنا بج کر اتنے منٹ پر فلانی جگہ مجھ سے یہ کام کیا گیا۔ ہاتھ سے کہا جائے گا۔ بولو جی، تجھ سے کیا عمل کیا گیا۔؟ ہاتھ بولے گا۔ اے خدا فلاں بج کر فلاں منٹ پر مجھ کو غلط استعمال کیا گیا۔ مجھ کو فلانی جیب میں ڈالا گیا اور روپے نکالے گئے۔ اور مجھ فلانی کے سر پر ڈنڈا لے کر استعمال کیا گیا۔ ایسے ہی پیر سے پوچھا جائے گا: کیوں جی، تم بولو تمہارے سے کیا کیا گیا؟ وہ کہے گا اے خدا، فلاں وقت فلانی جگہ مجھ کو لے گئے۔ غرض کہ ہر چیز بولے گی۔ وہ انسان حیرت میں رہ جائے گا، وہ انسان بے بس ہو جائے گا کچھ نہیں کرسکتا۔ کیوں؟ اس لیے کہ پیشانی سے لے کر پیر تک سارے اعضاء اس کے خلاف بول رہے ہیں۔

میری ماؤں بہنوں! اس بات کو سوچو، اس بات پر غور کرو کسی نہ کسی دن مرنا ہے۔ ہم نے ان اعضاء کو مسلمان بن کر استعمال کیا تو یہ ہمارے موافق کل قیامت میں بولیں گے اور اگر خالی انسان بن کر ہم نے ان اعضاء کو استعمال کیا تو ہمارے خلاف بولیں گے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سوال کریں گے، کہاں سے کمایا؟ کہاں خرچ کیا؟ کس طرح کمایا؟ کس طرح خرچ کیا؟ یہ میں نے عمر عزیز تجھ کو دی تھی، بغیر قیمت کے تجھ کو یہ عمر دی تھی۔ یہ بتا۔ تو نے اس کو کہاں استعمال کیا اور کس طرح استعمال کیا؟ قیامت میں انسان کسی کی مدد نہیں لے سکتا۔ وہ بیٹا جس بیٹے کے اوپر، وہ بیوی جس بیوی کے اوپر، وہ ماں جس ماں کے اوپر، وہ بھائی جس بھائی کے اوپر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو توڑا گیا، بھائی کی شادی میں پیارے نبیؐ کے طریقہ کو توڑا گیا۔ کل قیامت میں تمہارے خلاف بولیں گے، تمہارے موافق بالکل نہیں بولیں گے۔ میں کہانی نہیں کہہ رہا ہوں۔ خالی جھوٹی سچی بات نہیں کہہ رہا ہوں۔ بلکہ قرآن پاک اور احادیث رسول سے ثابت کرسکتا ہوں کہ کل قیامت میں باپ بیٹے سے، اور بیٹا باپ سے کہے گا۔ اے بیٹے، میں نے ساری عمر کما کما کر تجھے کھلایا اور میں نے تیرے ساتھ یہ کیا، وہ کیا، آج مجھ کو ایک نیکی کی ضرورت ہے کہ میں جنت میں چلا جاؤں۔ بیٹا کیا کہے گا؟ بیٹا کہے گا: ابا جان! مجھے بھی ایک نیکی کی ضرورت ہے جو نیکی آپ کے پاس ہے وہ مجھ کو دے دی جائے تو میں جنت میں چلا جاؤں گا۔ باپ کہے گا، بیٹا: میرا کیا بنے گا۔ تو وہ بیٹا جس کی شادی میں ناچ کرایا گیا، اور جس بیٹے کی شادی میں گانا ہوا اور جس بیٹے کی شادی میں حضرت محمد ﷺ کے طریقہ کا جنازہ نکالا گیا، چھوٹتے ہی یہ کہے گا! اے ابا جان: مجھ کو تو نیکی دے دو۔ میں تو جنت میں چلا جاؤں۔ آپ کو اختیار ہے۔ چاہے جہنم میں جائیں چاہے کسی کنویں میں گریں، بس میں جنت میں چلا جاؤں۔

میری ماں بہنوں ! اس بات کو سوچو اس بات کی فکر کرو کہ ایک ہولناک منظر آنے والا ہے۔ قبر میں جب انسان جائے گا، کوئی اس کو وہاں پوچھنے والا نہیں ہوگا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کتنی عورتیں دنیا سے جا چکیں اور کتنے مرد دنیا سے جا چکے۔ اور کتنے بچے دنیا سے جا چکے، اور خاوند دنیا سے جا چکے کوئی آدمی ان پر نہیں روتا۔ کوئی آدمی ان کو یاد نہیں کرتا۔ ماں مری ہے تو زیادہ سے زیادہ دو سال رو لے گا، تین سال رو لے گا۔

ہر عورت کو اور ہر مرد کو، ہر بوڑھے کو اور ہر جوان کو اور ہر انسان کو جو اس دنیا میں آیا ہے اپنی زندگی بنانی ہے، اگر بنانی ہے تو دھیرے دھیرے چلنا پڑے گا اور اگر نہیں بنانا ہے تو جس طرح چاہے زندگی گزارے اور جس طرح چاہے دنیا میں مزے کرے۔ تجھ میں اور جانور میں کوئی فرق نہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ تو نے کرتا پہن رکھا ہے۔ صرف اتنا فرق ہے، اس سے زیادہ نہیں ہے۔ ایسوں کے بارے کہا گیا ہے اولئك كالانعام بل هم اضل، اولئك هم الغافلون ۔

قبر میں کوئی چیز ساتھ نہیں جاتی۔ اعمال ساتھ جاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے، یہ کفن جو مردہ کو پہنایا جاتا ہے اگر گھر سے لے کر قبر تک کھل جانے کا ڈر نہ ہو کہ مردہ کا کوئی عضو، جسم کا کوئی حصہ دکھائی دے گا تو اس کفن کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ جب کوئی انسان مرتا ہے، تو کوئی چیز اس کے ساتھ نہیں جاتی بیوی انگوٹھی نکال لیتی ہے، بیوی چشمہ اتار لیتی ہے، بیوی گھڑی اتار لیتی ہے، بیوی جوتے اتار لیتی ہے، بیوی ٹوپی اتار لیتی ہے۔ ساری چیزیں اتار لی جاتی ہیں اگر کوئی کہے، اے عورت تیری وجہ سے اس نے پوری پوری رات کمایا، پورا پورا دن کمایا کیا تو ایک انگوٹھی بھی اس کے ساتھ جانے نہیں دیتی۔ اور کیا تو ایک جوتے کے ساتھ جانے نہیں دیتی اور کیا تو ایک گھڑی کے ساتھ جانے نہیں دیتی اور کیا تو ایک

چشمہ کے ساتھ جانے نہیں دیتی۔ تو چھوٹتے ہی کیا کہتی ہے وہ عورت؟ وہ کہتی ہے کہ بھائی: یہ چیزیں ساتھ نہیں جایا کرتی۔ بلکہ اعمال ساتھ جایا کرتے ہیں۔

میری ماں، بہنوں! میں نے کیا عرض کیا؟ میں نے یہ عرض کیا کہ اب اس وقت اس دور میں انسان ہے، مسلمان نہیں ہیں۔ انسان میں اور مسلمان میں بہت فرق ہے خالی انسان ہونا کمال نہیں ہے۔ انسانیت کے ساتھ مسلم پن بھی ہونا چاہئے اس کے لیے مسجد پاک میں پانچ مرتبہ بلاتے ہیں کہ بھائی اپنی زندگی بدلنے کو مسجد میں آؤ۔ مسجد کے راستہ سے کامیابی ملے گی۔ دکان میں کامیابی نہیں ملے گی۔ اگر دکان کے راستہ اور چیزوں کے راستہ جو کامیابی ملے گی وہ وقتی طور پر ہوگی۔ وقتی طور پر خدا چیزیں دیتا ہے، وقتی طور پر خدا مال دیتا ہے۔ وقتی طور پر خدا جواہرات دیتا ہے۔ وقتی طور پر خدا سلطنتیں دیتا ہے۔

لیکن میری ماں بہنوں! جو انسان کو چیزیں مل رہی ہیں اس سے اس دھوکہ میں نہ آوے کہ خدا مجھ سے راضی ہے اور مجھے چیزیں دے رہا ہے۔ میری ماں بہنوں! خدا نے قارون کو بھی مال دیا تھا۔ اور خدا نے فرعون کو بھی دیا تھا۔ اور خدا نے نمرود کو بھی دیا تھا۔ مگر ان کو ناکام کیا تھا- اس کو حق ہے ملک دے دے، مال دے دے ساری چیزیں دیدے اور پھر ناکام کردے۔ اور بغیر چیزوں کے ابراہیمؑ کی طرح سے آگ میں ڈال کر کامیاب کردے؟ کیوں؟ اس لیے کہ کامیابی ناکامیابی کا تعلق خدا نے ان چیزوں میں نہیں رکھا۔ کامیابی، ناکامیابی کا تعلق خدا نے اعمال میں رکھا ہے اعمال صحیح ہوں گے، خدا کامیاب کریں گے، اعمال خراب ہوں گے خدا ناکام کریں گے اگر جھونپڑے میں رہنے والے کے اور روٹی چٹنی کھانے والے، ایک فقیر کے، اور پھٹے کپڑے پہننے والے کے اعمال صحیح ہیں، خدائے پاک کی قسم، خدا اس کو کامیاب کریں گے اور ایک کروڑ پتی کے اعمال بگڑ رہے ہیں اور یقین بگڑا

ہوا ہے خدا اس کو نا کام کریں گے، یہ خدا کا ضابطہ ہے، خدا کا قاعدہ ہے۔ اور خدا کا قانون ہے۔ ہمارے قانون روز بدلتے ہیں۔ ہمارے قاعدے بدلتے ہیں۔ ہمارے ضابطے روز بدلتے ہیں۔ لیکن خدا کا ضابطہ اور خدا کا قاعدہ نہیں بدلتا۔ خدا نے جو ضابطہ مقرر کر دیا، اور خدا نے جو قانون مقرر کر دیا ہے وہ انبیاء اکرام لے کر آ گئے، اس کے بعد نہ قانون بدلے نہ قاعدہ بدلے گا۔ خدا کی عادت یہی ہے کہ جو اعمال پر محنت کرتا ہے خدا کامیاب کرتے ہیں جو چیزوں پر محنت کرتا ہے خدا اسے ناکام کرتے ہیں۔ لمبی چوڑی بات نہیں ہے تمہارے سامنے مشاہدہ ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو سلام آتا ہے۔ اللہ تمہیں سلام کہتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ابو بکرؓ: تم اس حال میں بھی ہم سے راضی ہو یا نہیں۔؟ آج کے کسی انسان کو اللہ کا سلام نہیں آتا۔ کیوں نہیں آتا۔ خدا مال پر کامیاب نہیں کرتا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر کے مسائل کو قربان کیا۔ کوئی حاجی گوارہ نہیں کرتا کہ مکہ آوے مدینہ نہ جاوے اور کوئی اس بات کو گوارہ نہیں کرتا کہ مدینہ جائے مکہ نہ جائے۔

آج جہاں بیت اللہ بنا ہوا ہے وہاں پہلے قربانی دلائی حضرت ابراہیمؑ سے بیوی کی قربانی دلائی گئی، بچہ کی قربانی دلائی گئی اور ایک کمائی کی قربانی دلائی گئی۔ ہزاروں سال ہو گئے آج تک ہر آدمی یہاں آنے کی تمنا کرتا ہے۔ فقیر بھی یہاں آنے کی تمنا کرتا ہے۔ اور کروڑ پتی بھی یہاں آنے کی تمنا کرتا ہے۔ حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اپنی چیزوں پر محنت نہیں کی۔ ملک پر محنت نہیں کی تو ان کی زندگی میں کوئی بگاڑ نہیں آیا۔ اعمال پر محنت کی، آرام سے قبروں میں سو رہے ہیں آج بے نمازی سے بے نمازی جا کر ان کی قبر پر رو رہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ یہ انسان انسان ہے۔ اور ان کی قبر پر جا کر آج آرزوئیں کی جا رہی ہیں۔ کیا بات ہے؟

کیا خواہ مخواہ کی جارہی ہیں؟ ہزاروں آدمیوں کی قبریں ہیں، کسی اور کی قبر پر جا کر آرزو تمنا نہیں کی جاتی۔ کیوں؟ کوئی خاص وجہ ہے؟ وجہ یہ ہے کہ انھوں نے زندگی کو سادہ بنایا، اور زندگی کو انھوں نے قربان کیا۔ انھوں نے اپنے گھریلو مسائل کو قربان کیا اور خدا کی نسبت پر اور خدا کے رسول کی نسبت پر جو جان تھی اس جان کو پیش کر دیا خدا کے رسول کے سامنے اور جو مال تھا اس مال کو قربان کر دیا۔ خدا کے رسول کے سامنے یوں فرمایا۔ اے اللہ کے رسول: جو جان اور جو مال آپ کے بتائے ہوئے طریقہ پر لگ جائے، وہ جان زیادہ محبوب ہے، وہ مال محبوب ہے۔ اس جان اور مال سے جو ہمارے گھروں میں ہے۔

میری ماں بہنوں! ان بزرگوں نے اس طرح سے قربانی دی تو خدا نے آسمان سے فرشتے اتارے، اس طرح قربانی دی تو خدا نے ہدایت کے فیصلے فرمائے۔ اگر عالمی انسان بھی ہدایت چاہتا ہے، اگر عالمی انسان خدا کی مدد چاہتا ہے تو یہ انسان محنت کرے۔ فرشتوں کا اترنا، خدا کی مدد۔ جتنے آپ نے حالات سنے اور جتنے حالات پڑھے وہ کسی کے ساتھ مخصوص نہیں۔ حضور ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں، حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ قیامت تک آنے والے انسانوں کے لیے خدا کا فیصلہ ہے جو چاہے قربانی دے اور لے۔

بس میں بات ختم کرتا ہوں، بات لمبی چوڑی عرض نہیں کرنی، وقت تھوڑا ہے کہ آپ پوری دنیا اور پورے عالم کے لیے ہیں، جہاں سے انسان آتے ہیں۔ آپ مکہ مدینہ میں رہنے والی عورتیں، آپ ایک دروازہ پر کھڑی ہوئی ہیں اور دیکھو تم اپنے خاوند کی طرف سے نہیں ہو۔ اور تم اپنے بھائی کی طرف سے نہیں ہو۔ اور تم اپنے باپ کی طرف سے نہیں ہو۔ اور تم اپنے بیٹے کی طرف سے نہیں ہو۔ میں یہاں تک کہتا ہوں اور قسم اگر کھاؤں اس بات پر تو گنہگار نہ ہوں گا کہ تم پوری دنیا کی نسبت سے

یہاں بیٹھی ہو۔ قیامت تک جتنے انسان آنے والے ہیں سب کی ذمہ داری خدا نے تمہارے اوپر ڈالی ہے۔ خدا کی قسم آج تک کوئی انسان مسلمان نہ ہوتا۔ نہ بیت اللہ ہوتا۔ نہ بیت رسول ہوتا، نہ یہاں حاجی آتے نہ کوئی نماز پڑھتا۔ کوئی آدمی ایسا نہ ہوتا جو اپنے آپ کو مسلمان کہتا۔ اگر حضور ﷺ نے قربانی نہ دی ہوتی، گھر کے مسائل کو قربان نہ کیا ہوتا۔ حضور ﷺ نے قربانیاں دیں تب آج بیت اللہ تمہارے سامنے کھڑا ہوا نظر آرہا ہے۔ اور انھوں نے قربانیاں دیں تب آج بیت رسول تمہارے سامنے نظر آرہا ہے تم سے ایک ہی درخواست ہے کہ نمائندگی کو ایمان کی نمائندگی قرار دو یہ خیال نہ کرو کہ میرا میاں کمارہا ہے۔ ملازم ہے، میں یہاں پڑی ہوں، میرا بھائی کمارہا ہے میں یہاں پڑی ہوں، میرا باپ کمارہا ہے، میں یہاں پڑی ہوں، نہیں، نہیں، وہ وقت نہ آئے کہ دنیا کے لوگ دنیا کے خطوں سے کھنچ کھنچ کر یہاں آئیں مال اڑوانے کے لیے اور ملک حاصل کرنے اور دولت حاصل کرنے کے لیے، خدا اس گھڑی سے بچائے۔ خدا کے بندے یہاں سے صرف ایمان کی دعوت لے کر جائیں اور دین کی فکر لے کر جائیں۔

میری ماں بہنوں! بہت بڑی ذمہ داری تمہارے اوپر ہے۔ دیکھو، سوچو، کیا ذمہ داری ہے؟ اگر خدانہ خواستہ آج مرد اسی حال میں مرگیا اور آج کوئی عورت اسی حال میں مرگئی تو کل قیامت میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کیا منہ دکھا سکتا ہے۔ تم تو یہاں بیٹھی ہو، مکہ مدینہ میں۔ ارے باہر کے علاقے میں جاکر خبر لو کہ خدا کے بندے ایسے مر رہے ہیں کہ جن کو کلمہ تک یاد نہیں ہے۔ اور جو بے کلمہ پڑھے قبروں میں جارہے ہیں۔ خدا کی قسم جتنے لوگ مرے ہیں جن کو یہ معلوم نہیں کہ خدا کیا ہے؟ اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہیں؟ یہ بتاؤ کہ اس کی ذمہ داری تمہارے یا کس کے اوپر ہے، جتنی عورتیں مکہ میں رہنے والی ہیں اور جتنے مرد مکہ میں رہنے

والے ہیں اور جتنی عورتیں مدینہ میں رہنے والی ہیں یا اس کے ماحول میں رہنے والی ہیں سب پر ذمہ داری یہ ہے کہ جو حاجی آوے، جو عورت آوے، اس کو دین سکھا دے، اس کو ایمان سکھا دے اس کو سنتیں سکھا دیں، اس کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا درد فکر سمجھا دیں اور یہ سمجھا دے کہ تمہیں مرنا ہے۔ مرنا ہے تو کچھ کرنا ہے اور کچھ کرنا ہے تو کچھ سیکھنا ہے۔ اس بات پر فیصلہ کرو۔ ارادے کرو۔ اپنے مردوں کو تیار کرو۔ جس طرح اپنے مردوں کو تیار کرتی ہو کہ میں شادی میں جاؤں گی، کرتا، پائجامہ بنے، شلوار بنے، غرارہ بنے، کرتے بنے، چوڑی آوے، زیورات بنے، ہار بنے، گھڑی آوے، پتہ نہیں کیا کیا آوے؟ واقعی کہہ رہا ہوں میں، سچ کہہ رہا ہوں۔ نام نہیں لیتا، غیبت ہو جائے گی۔ ایک واقعہ میں نے سنا کہ صبح کو شادی ہونے والی تھی، ایک عورت نے کہا کہ میرے پاس شادی کا بہت بڑھیا جوڑا نہیں ہے، آدھی رات کو میاں کو اٹھایا، بازار بھیجا، کپڑا خریدوایا، اس کو رات کو سلوایا فجر کی اذان پر میاں کو جوڑا سلوا کر دکھلایا۔ آج کل کے جو مرد ہیں وہ تابع ہیں عورتوں کے، عورتیں تابع نہیں مردوں کی۔ آج تم مردوں سے یہ کہتی ہو یہ لے کر آؤ، یہ لے کر آؤ، یہ لے کر آؤ، اگر ان سے یہ کہو ایمان سیکھ کر آؤ، اگر تم اسی حال میں مر گئے تو خدا تمہاری بھی گرفت کرے گا ہماری بھی گرفت کرے گا۔ یہ کہو ان سے، تو ہم سے زیادہ جانتی ہو تم مکہ مدینہ میں ہو۔ اب آپ اتنا ضرور کر لیں، اپنے مردوں کو تیار کریں، بھئی دین سیکھو، ایمان سکھاؤ، ہم بھی ایمان والے بن کر مریں۔ تم بھی ایمان والے بن کر مرو۔ ہم بھی کلمہ والے ہو کر مریں، تم بھی کلمہ والے ہو کر مرو۔ ہم بھی اللہ والے ہو کر مریں اور تم بھی اللہ والے ہو کر مرو اس کی محنت کرو، ارادے کرو، کوشش کرو۔

میری ماں بہنوں! ایک سچی بات یہ بتاتا ہوں اور فکر کی بات بتاتا ہوں۔ جس بیت اللہ سے اور جس بیت رسول سے ایمان کی اور اخلاق کی اور ہدایت کی ہوا

چلتی تھی آج اس بیت اللہ سے اور اس بیت رسول سے ٹیلی ویژن نکل رہا ہے اور ریڈیو نکل رہا ہے، ایک ایک حاجی پتا نہیں کتنے کتنے ریڈیو یہاں سے لے جا رہا ہے اور سب کی ذمہ داری میرے تمہارے اوپر ہے۔ مکہ میں رہنے والیاں، اور مکہ میں رہنے والے یہ ساری ذمہ داریاں انھیں لوگوں کے اوپر ہے۔ اس کا پورا درد فکر ہو، عورتوں کو کہ جو عورت بھی حج میں آوے وہ ایسی نہ رہے کہ ایمان سیکھ کر نہ جاوے، اور یقین بنا کر نہ جائے۔

ہندوستان سے ایک خط آیا ہے کہ ایک جہاز کا تین روز ہو گئے ہیں متواتر کسٹم ہو رہا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی کہ صرف ایک حاجی ڈھائی سو ریڈیو لے کر آیا ہے۔ یوں کہیں تین دن تک جہاز سمندر پر کھڑا رہا۔ تین دن تک کسی کو نماز کی توفیق ہی نہ ہوئی۔ یہ بتاؤ۔ اگر وہ ایمان سیکھ کر جاتا تو ریڈیو لے کر نہ جاتا۔ ڈھائی سو ایک دو بھی نہیں۔ ڈھائی سو لے کر گیا۔ اپنے یہاں تعلیم کو زندہ کرو۔ روزانہ تعلیم ہو۔ اور میں یہ نہیں کہتا تین گھنٹہ، میں یہ نہیں کہتا ایک گھنٹہ ہو۔ تم پندرہ منٹ تعلیم کرو۔ تم دس منٹ تعلیم کرو۔ تم پانچ منٹ تعلیم کرو۔ روزانہ تعلیم کرو۔ اپنے شوہر سے اجازت لو کہ میں نے یہ وقت اپنی دیانت سے تعلیم کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔ اگر آپ اجازت دو تو میں اس کی پابندی کروں۔ کوئی شوہر ایسا نہ ہوگا جو منع کر دے۔ اور کوئی باپ ایسا نہ ہوگا جو منع کر دے اور کوئی بیٹا ایسا نہ ہوگا جو منع کر دے۔ اور کوئی بھائی ایسا نہ ہوگا جو منع کر دے۔ تم کر کے دیکھو اس کو۔ اور نبھاؤ۔ اور اس کو چلاؤ۔ تم دو تین عورتیں چلاؤ گی تو جب ساری عورتوں میں چلے گا۔ دس بارہ عورتیں چلاؤ گی تو پورے مکہ میں چلے گا، پورے مکہ میں چلے گا، پورے عالم میں یہ عمل چلے گا۔ ہر چیز چلتی ہے یہاں سے۔ حضرت محمد ﷺ کے اعمال اگر مکہ میں زندہ ہو جائیں تو پورے عالم میں وہ اعمال زندہ ہو جائیں گے۔ یہ مقرر کر و کہ مجھ کو اتنی دیر تعلیم کرنی ہے مجھے پندرہ منٹ تعلیم کرنی

ہے۔ پندرہ منٹ کی شروع کرو، پانچ منٹ کی شروع کرو، جس وقت تمہیں آسانی ہو۔ کوئی نہ ہو، گھر میں اکیلی ہوتو اکیلی کتاب لے کر بیٹھو مجھے پندرہ منٹ کتاب پڑھنی ہے فضائل کی اور روزانہ تسبیحات پڑھنی ہیں۔ تلاوت قرآن پاک کرنی ہے۔ نماز کا اہتمام کرنا ہے۔ میرا کوئی وقت ضائع نہ جاوے۔ یہ غلط ہے کہ کھانا پکا چکی۔ گھر کی ذمہ داری میرے اوپر سے ختم ہوگئی۔ کوئی کام نہیں ہے سوائے اس کے کہ فلاں کی بُرائی لے کر بیٹھ گئی۔ فلانے نے یوں کہہ دیا تھا۔ فلانے کا میاں ایسا ہے۔ فلانے کا باپ ایسا ہے اس کی غیبت کی۔ اس کی چیڑی کی، اس کی بُرائی کی، اس کی برائی کی، کیا ہوا؟ یہ ہوا: کہ ہم نے مکہ، مدینہ میں رہ کر کچھ تھوڑی بہت نیکی کی تھی وہ جس کی غیبت کی تھی ساری نیکیاں اس کو دے دیں اور سارے اس کے گناہ اپنے اوپر لے لیے۔ تعلیم کا اہتمام ہو۔ تسبیحات کا اہتمام ہو۔ تلاوت قرآن پاک کا اہتمام ہو۔ اور ساری چیزیں ہوں، اور وقت بچے تو پھر دھیان ہو کہ میں نے آج کتنا غلط کتنا صحیح کیا ۔ یہ سنا ہے مولانا الیاس صاحبؒ فرمایا کرتے تھے محاسبہ کیا کرو۔ پورے دن کا حساب کیا کرو اور یہ فکر کیا کرو کہ سارے دن میں میں نے کیا صحیح کیا اور کیا غلط کیا؟ جتنا صحیح ہوا اے خدا تیرا کرم ہے کہ میں نے صحیح کیا۔ اور جتنا غلط ہوا، میری غفلت ہے، میری اس غلطی کو معاف فرما۔ بس جی۔ بات ختم ہوگئی۔ درود شریف پڑھ لو۔ دعا کر لیں:۔

”سبحانك اللهم ربنا ظلمنا أنفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنكونن من الخاسرين۔ ربنا اغفر لنا و تب علينا إنك انت التواب الرحيم۔ رب اغفر و ارحم و تجاوز عما تعلم إنك انت الاعز الاكرم۔ يا حي يا قيوم برحمتك نستغيث۔ يا حي يا قيوم۔

اللھم انی اسألك من خیر ما سألك عنه نبیك سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم و نعوذ بك من شر ما استعاذ منه نبیك سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم۔

''اے اللہ ہمارے گناہوں کو معاف فرما۔ اے اللہ ہماری خطاؤں کو معاف فرما۔ اے اللہ اپنی محبت نصیب فرما۔ اپنا تعلق نصیب فرما۔ یا اللہ ہر آنے کو قبول فرما۔ یا اللہ ہمارے اس اجتماع کو قبول فرما۔ اس آنے کو قبول فرما۔ یا اللہ ہمیں ایمان کی زندگی کو زندہ ہونے کا ذریعہ فرما۔ ہدایت کا زندہ ہونے کا ذریعہ فرما۔ یا اللہ جو مرد اور جو عورتیں یہاں تیرے گھر پر آ گئیں، یا اللہ ان کے ایمان کو صحیح فرما۔ کلمہ والے میں درد وفکر پیدا فرما۔ اے اللہ ہدایت کے دروازے کھول دے۔ ہدایت کو زندہ فرما دے۔ ہدایت والے اعمال کو زندہ فرما دے۔ باطل کو ختم فرما دے۔ باطل کے تمام شعبوں کو ختم فرما دے۔ جن دوستوں نے ہم سے دعاء کے لیے کہا یا لکھا یا وہ ہم سے دعاؤں کے متوقع ہیں، ان کے ضروری مقاصد کو پورا فرما۔ مسلمانان عالم کی پریشانیوں کو دور فرما۔ بیماروں کو تندرستی نصیب فرما۔ مقروضین کے قرضوں کی ادائیگی فرما۔ جائز حاجات کو پورا فرما۔ جائز ضرورتوں کو پورا فرما۔ جو مقدمات میں پھنسے ہوں ان کو بری فرما۔ جو دائم المریض ہیں اس کی بیماریوں کو دور فرما۔ یا اللہ ہمارے گناہوں کو بھی معاف فرما۔''

سوانح

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

تالیف: ———————— مولانا سید محمد ثانی حسنیؒ

مقدمہ: ———————— مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

داعی الی اللہ حضرت مولانا یوسف صاحب کاندھلویؒ کی ایک ایسی مکمل و مستند سوانح حیات جس میں خاندان کاندھلہ و جھنجھانہ کے حالات خصوصاً حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کا تذکرہ نیز تبلیغی جماعتوں کے مجاہدوں اور سفروں کی سرگزشت ہے۔ اس کتاب کا ماخذ خود مولانا علیہ الرحمہ کے مکاتیب، اکابر تبلیغ کے خطوط، مستند ترین حضرات کی روایتیں، اور سب سے بڑھ کر حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیثؒ کی تحریری یادداشتیں ہیں:

- یہ کتاب، حضرت شیخ الحدیث کے حالات زندگی سے بھی مزیّن ہے جس کو مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے مرتب فرمایا ہے۔
- پوری کتاب مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کی نگرانی میں لکھی گئی ہے اور اول تا آخر سماعت بھی کی ہے۔

کتاب کے متعلق حضرت شیخ الحدیثؒ کی گراں قدر رائے

اپنے گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''میں نے تو انتہائی اشتیاق میں، انتہائی مشغولی کے باوجود سننا شروع کر دیا، مسلسل سننے میں زیادہ مزا آیا۔ اللہ تمہیں بہت ہی جزائے خیر عطا فرمائے، دارین میں اس کی برکت سے مالا مال فرمائے، ماشاء اللہ بہت ہی اچھی لکھی ہے۔ اللہ بہت ہی قبول فرمائے۔ اور اس کے منافع دینی و دنیوی سے بھرپور متمتع فرمائے۔ امید سے زیادہ بہتر لکھی''۔

''مجھے تو کتاب بہت ہی پسند آئی، اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے تمہیں، اور علی میاں کو بہت ہی زیادہ سے زیادہ اپنے شایان شان دونوں جہاں میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے، البتہ ایک باب جو تم نے علی میاں سے لکھوا کر ریشم میں ٹاٹ کا پیوند لگا دیا، بالکل پسند نہیں آیا۔ یا لیتنی کنت نسیاً منسیاً (حضرت شیخ کے حالات مراد ہیں)۔

مکتوب گرامی

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی
مدیر ''معارف'' اعظم گڑھ

تبلیغی جماعت تو سراسر عملی ہے۔ جب تک اس میں عملاً شرکت نہ کی جائے اس کے فوائد و اثرات کا صحیح اندازہ نہیں ہوتا۔ مگر آپ کے قلم نے جماعت کے نظام اور کاموں کا ایسا موثر اور جاندار نقشہ کھینچ دیا ہے کہ بے اختیار دل اس طرف کھنچتا ہے۔ اور اس کتاب کا پڑھنے والا بھی دینی فوائد سے محروم نہیں رہتا اس اعتبار سے اس کو تبلیغی جماعت کا صحیفہ کہنا زیادہ مناسب ہے۔

دعا گو

معین الدین

رائے گرامی

مولانا محمد اویس ندوی شیخ التفسیر
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

یہ کتاب معلومات کی کثرت اور اس کے استناد حسن ترتیب اور طرز نگارش ہر اعتبار سے کامیاب ہے اہل ذوق تو اس سے لطف ہی اٹھائیں گے، لیکن اگر کبھی کسی ''اسکالر'' نے تبلیغی تحریک کو اپنی ریسرچ کا موضوع بنایا تو یقیناً اس کتاب سے زیادہ مفید کوئی دوسری چیز اس کو نہ مل سکے گی۔ اللہ تعالی نوجوان مصنف کی محنتوں کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو زائد از زائد فائدہ حاصل ہو۔''

محمد اویس ندوی

سلسلۂ مطبوعات مجلس
۱٦۸

دستورِ حیات

کتاب اللہ اور سنت و سیرتِ نبوی کی روشنی میں ایک مسلمان کی زندگی کا
مکمل دستور العمل، ہدایت نامہ اور نظامِ زندگی، عقائد، عبادات، اخلاق
اور عادات و شمائل کے بارہ میں تعلیمات و اسوۂ نبوی کی وضاحت اور اصلاح
و تربیتِ نفس کے لئے قرآنی و نبوی ہدایات و تعلیمات

(ترجمۂ کتاب "العقیدۃ والعبادۃ والسلوک")

تالیف
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
ترجمہ از عربی
مولوی سید سلمان حسینی ندوی
استاد دار العلوم ندوۃ العلماء

مجلس تحقیقات و نشریاتِ اسلام لکھنؤ

سلسلۂ مطبوعات مجلس
۱۱۵

کاروانِ مدینہ

مختلف تقریروں اور مضامین کا مجموعہ جن کا تعلق ذاتِ نبوی صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی سیرتِ پاک، اس کی تعلیمات، پیام، اس کے عطیات واحسانات اور اس کے عالمگیر نتائج واثرات سے ہے، آخر میں ایک نعتیہ تمثیلی مشاعرہ بھی ہے جس میں فارسی اور اردو کے مشہور شعراء نے بارگاہِ نبویؐ میں نذرانۂ عقیدت پیش کیا ہے

مولانا ابوالحسن علی ندوی

سلسلہ مطبوعات

انسانی دنیا پر
مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر

مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ

میرِ کارواں

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت کے چند نقوش، چشم دید واقعات، سفر وحضر میں خادمانہ رفاقت کی یادگاریں، سیرت ساز ماحول، عقل وفکر کی نشو ونما کا میدان، طبعی رجحان، درس و تدریس کا طریقہ، تقریر وتحریر کا اسلوب، تعلق باللہ کے مظاہر، عرب وعجم میں عنداللہ مقبولیت کے آثار، ملت اسلامیہ کے میر کارواں کے امتیازی اوصاف، آپ کی خودنوشت سوانح حیات ''کاروان زندگی'' میں جو باتیں ازراہ تواضع نہیں لکھی گئیں ان کی چند جھلکیاں

مؤلف

عبداللہ عباس ندوی

شائع کردہ

مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ